شعبۂ
تعمیر و ترقی
دار العلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

تعمیر حیات

۱۰ شوال ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۹۷۰ ع

ایڈیٹر سید محمد الحسنی
معاون سعید الاعظمی ندوی

چندہ سالانہ [illegible] | قیمت فی پرچہ ۲۵ پیسے

Rged No. L 1981 FORTNIGHTLY Phone 22948

TAMEER-E-HAYAT

Darululoom Nadwatululama, Lucknow. (India)

منثورات

از مولانا محمد رابع ندوی

اس کتاب میں مصنف نے ان جاندار تحریروں کا انتخاب کیا ہے جن کا مطالعہ اسلام کی بلاغت کیسا تھ دینی و اخلاقی تربیت کا ذریعہ ہے، [illegible] سیرت نبوی، تاریخ [illegible] مستند و صاحب طرز [illegible] کی تحریریں [illegible] قدیم کے ساتھ جدید اور نظم کے ساتھ نثر بھی شامل ہے، مدارس عربیہ کی بڑی تعداد نے اسے داخل نصاب کیا ہے۔
قیمت [illegible]

تذکرہ
حضرت مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادی

از مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی

چودھویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول بزرگ و عالم، اویس زمانہ حضرت مولانا فضل رحمن گنج مراد آبادی کی سوانح حیات، حالات، ارشادات و ملفوظات، جو دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ تصوف، شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ عین شریعت کی روح ہے، وہ حضرات جو درد و محبت کے جویا اور یقین کے طالب ہیں ان کیلئے یہ کتاب بیش قیمت تحفہ ہے۔

قیمت Rs 3

اَلْاَدَبُ الْعَرَبِیُّ
بین عرض و نقد

از مولانا سید محمد رابع ندوی، ادیب اول (دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

عربی ادب کی تاریخ اور تنقید کے موضوع پر ہندوستان میں یہ سب سے پہلی کوشش ہو جو الادب العربی بین عرض و نقد کے نام سے عربی زبان میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے پیش کی ہے۔
اس کتاب میں عربی ادب کی تاریخ پر مفصل بحث کی گئی ہے اور یہ تین بڑے حصوں پر مشتمل ہے۔
ادب کی حقیقت ❊ تنقید و تجزیہ ❊ ادبی نمونے
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے مقدمہ کے ساتھ خوبصورت عربی ٹائپ پر یہ کتاب چھپ کر آگئی ہے۔
(قیمت صرف چار روپے)

مسئلۂ ختم نبوت — علم و عقل کی روشنی میں

تالیف: مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء

اس کتاب میں مسئلۂ ختم نبوت کو ٹھوس علمی و تحقیقی انداز میں ثابت کیا گیا اور عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور ضرورت کو خالص علمی و عقلی دلائل سے واضح کیا گیا ہے، ہر صاحب عقل سلیم اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ختم نبوت کا قائل ہو جائیگا، قادیانیت کے طلسم میں گرفتار اور عقیدۂ ختم نبوت میں شک و شبہ کرنیوالے افراد کے حق میں یہ فاضلانہ تصنیف روشنی کا ایک عظیم مینار ہے!
قیمت: ۲ روپے ۵۰ نئے پیسے

مُعَلِّمُ الْاِنْشَاء

از مولانا عبد الماجد صاحب ندوی و مولانا محمد رابع صاحب ندوی

انشاء کا نام، [illegible] کا اہم مضمون ہو، موجودہ جمہوری دور اور صحافتی و مجلسی زندگی نے اس کی اہمیت کو دو چند کر دیا ہو، دعوت و تبلیغ کے تقاضوں، ملکوں اور قوموں کے ربط و تعلق نے اس کو صرف اجتماعی و ادبی لحاظ سے اہمیت بخش دی ہو، چنانچہ دار العلوم ندوۃ العلماء نے وقت کی اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ان کے ایک ایسے سلسلے کی ترتیب دی ہو جو عربی مدارس کے اساتذہ کی پوری رہنمائی کر سکے اور عربی مدارس میں تعلیم و انشاء کا نصاب بن سکے۔
کاغذ کتابت و طباعت معیاری۔ حصہ اول (مولانا عبد الماجد ندوی) قیمت ۱/۷۵
حصہ دوم (" ") " ۲/۶۲
حصہ سوم (مولانا محمد رابع ندوی) " ۲/۵۰

ملنے کا پتہ

مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

Cover Printed at Nadwa Press, Lucknow

اس دیدہ دلیری کا کوئی جواب ہے؟

تعمیرِ حیات میں مصری اخبارات کے تراشے دیکھنے کے بعد بعض لوگوں نے یہ کہا کہ یہ اقتباسات واقعی بہت افسوس ناک اور ملحدانہ و کافرانہ ہیں لیکن بہرحال اس کی ذمہ داری ناصر پر اس لئے نہیں آتی کہ ان کی زندگی میں اس قسم کی جرأت کبھی کسی نے نہیں کی، ان کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ ان کی زندگی میں جو باتیں کہی گئی تھیں بلکہ خود مصر کے ہی سرکاری اخبار "الجمہوریہ" نے جو کچھ لکھا تھا وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے، اس سلسلہ کا ایک اقتباس یہاں شائع کیا جا رہا ہے، اصل عربی متن مع حوالہ ہمارے پاس موجود اور محفوظ ہے، البتہ اگر کسی نے نہ ماننے کا فیصلہ ہی کر لیا ہو اور اس کا دل عقائدِ اسلامی کے اس علانیہ انہدام پر بھی نہ کڑھتا ہو تو اس کے لئے کوئی دلیل کافی نہیں، یہ تو ذہن و نفسیات ہے جس کا نمونہ قرآن مجید نے اپنے بلیغ و معجزانہ طریقے پر پہلے ہی بیان کر دیا ہے۔

"وقالوا لن نؤمن لك حتى تفجر لنا من الأرض ينبوعا، أو تكون لك جنة من نخيل وعنب، فتفجر الأنهار خلالها تفجيرا، أو تسقط السماء كما زعمت علينا كسفا أو تأتي بالله والملائكة قبيلا، أو يكون لك بيت من زخرف أو ترقى في السماء ولن نؤمن لرقيك حتى تنزل علينا كتابا نقرؤه، قل سبحان ربي هل كنت إلا بشرا رسولا۔"

(بنی اسرائیل)

(یہ خیال رہے کہ الجمہوریہ پراگ یا ماسکو سے نہیں قاہرہ سے نکلتا ہے۔)

"اگر تاریخ ہمیں نئی دنیا، نئے افکار، نئے تجربوں، نئے اطوار و عادات اور نئے عقائد کے دروازے پر پہونچا رہی ہے تو اس میں کیا بات ہے؟ کیا ہمیں اس تجربہ سے خوفزدہ ہونا چاہیئے؟ کیا انسان تاریخ و مذاہب اور اصول و عقائد سے بے نیاز ہو کر اپنے جوہرِ ذاتی کو خود دریافت کر سکتا ہے۔ جہاں تک ادیان کا تعلق ہے ہم ان کا اچھا پہلو لیں گے اور وہ ہے اپنے وجود پر ایمان، دین تو بس خیر کا نام ہے خواہ وہ خیر اسلام میں ہو یا عیسائیت میں، یہودیت میں یا بودھ مذہب میں، یہاں تک کہ بت پرستوں میں بھی، اس کے بعد دین میں سوائے شکل و صورت کے کیا رہ جاتا ہے، آپ مشرق کی طرف رُخ کریں یا مغرب کی طرف، گرجا میں جائیں یا مسجد میں یا کسی میدان میں کھڑے ہو کر آسمان کی طرف منہ کر لیں اور روشنی سے اپنے دل کو معمور کر لیں، آپ کہاں کھڑے ہوئے ہیں اس کی کوئی اہمیت نہیں، دین کی شکل اور اس کے آداب رسوم کی اہمیت نہیں، اہمیت صرف دین کے جوہر کی ہے، اہمیت اس کی ہے کہ آپ خیر پر ایمان لا چکے ہیں۔"

(الجمہوریہ مورخہ ۵ صفر ۱۳۸۸ھ)

پندرہ روزہ **تعمیرِ حیات** لکھنؤ

مورخہ ۱۰ر شوال المکرم ۱۳۹۰ھ
مطابق
۱۰ر دسمبر ۱۹۷۰ء

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

چندہ
سالانہ ۸ روپے
ششماہی ۴ روپے
فی کاپی ۳۵ پیسے

جلد ۱۸	۱۰ر دسمبر ۱۹۷۰ء	شمارہ ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حقیقت پسند کون ہے؟

پروگریسو گروپ یا اہلِ ایمان!

محمد الحسنی

دنیا میں ایک گروہ ہے جو اپنے کو پروگریسو (Progressive) کہتا ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ وہ سب سے زیادہ حقیقت پسند (Realist) ہے، حقیقت (FACT) کا لفظ ان کی زبان پر رہتا ہے اور اسی کو اس پر بڑا ناز ہے۔ کچھ سیدھے سادھے لوگ اس سے مرعوب بھی ہیں۔ یہ گروپ صرف دہلی، بمبئی، کیرالا یا لاہور و کراچی میں نہیں کسی نہ کسی درجہ میں ہر جگہ پایا جاتا ہے لیکن عرب ممالک میں آج کل اس کا زیادہ زور ہے۔

ہمیں دیکھنا چاہیے کہ اس کی اس "حقیقت پسندی" کا جغرافیہ اور حدود اربعہ کیا ہیں؟ اس سلسلہ میں سب سے پہلا سوال جو ہمارے سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ اس دنیا کی سب سے بڑی حقیقت کیا ہے؟ اگر دنیا والوں سے عام طور پر یہ سوال کیا جائے کہ اس دنیا میں سب سے بڑا (FACT) کیا ہے جس سے انکار کسی کو بھی ممکن نہیں تو ان کا جواب صرف ایک ہی ہوگا موت۔ سورج چاند بھی یقینی نظر آتے ہیں لیکن اس میں بھی انسانوں نے ہمیشہ اختلاف کیا ہے۔ زمین کے متعلق بہت اختلافات رہے ہیں حد یہ ہے کہ انسان نے خود اپنے وجود تک کو شک کی نگاہ سے دیکھا ہے اور ایک پورا مکتب خیال ہے جو اپنے وجود کا منکر ہے اس کو فلسفہ کی زبان میں لا ادری اور متشکک وغیرہ کہا جاتا ہے۔ لیکن ایک حقیقت ایسی ہے جس سے کسی کو مفر نہیں، جس سے کسی کو انکار نہیں جس میں کوئی اختلاف نہیں، اور وہ ہے موت کا واقع ہونا۔

اس نقطۂ نظر سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ ان ترقی پسندوں سے زیادہ حقیقت سے منہ چرانے اور دامن بچانے والا شاید کوئی اور نہیں۔ یہ لوگ سب سے زیادہ موت کے تذکرے سے چڑھتے ہیں چنانچہ ان کے لٹریچر میں ہر چیز کا ذکر مل جائے گا لیکن اس سب سے بڑے (FACT) کا نہیں ملے گا۔ یہ دانشور شتر مرغ کی طرح ریت میں منہ چھپا کر یہ سمجھتے ہیں کہ انھوں نے موت سے نجات حاصل کر لی۔ اس کی ترکیب انھوں نے یہ نکالی کہ دنیا کی چھوٹی چھوٹی حقیقتوں پر اس قدر زور دینا شروع کیا کہ اصل حقیقت پر غور کرنے کی فرصت ہی کسی کو نہ ملے۔ روٹی کپڑا، مکان، جوتا، روزگار، دوا یہ وہ حقیقتیں ہیں جو اس بڑی حقیقت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں لیکن ان دشمنانِ عقل کا سب سے بڑا قومی جرم یہ ہے کہ انھوں نے لاکھوں انسانوں کو فریب میں رکھا اور حقیقت پسندی کے نام پر ان کو حقیقت سے اتنا دور کر دیا کہ آج یہ صدا ان کے کانوں کے لئے نامانوس ہو چکی ہے، روس چین کے بد نصیبوں کو چھوڑیے خود عالم اسلام میں دوست نما دشمنوں نے ایک ایسی سوسائٹی پیدا کر دی جو عالم خیال میں زندگی گزار رہی ہے۔ فریب نظر کا شکار ہے۔ حقیقت پسندی اور سچائی سے اس کا دور کا واسطہ نہیں جو سب سے زیادہ کم عقل ہے اور اپنے کو سب سے زیادہ عقلمند سمجھ رہی ہے جہل مرکب میں مبتلا ہے۔ دو روٹی کی بات اس کی سمجھ میں خوب آ جاتی ہے لیکن موت کی حقیقت کو سمجھنا تو درکنار اس حقیقت کا اعلان بھی اس کو سخت ناگوار اور بار ہوتا ہے۔

بعض بادشاہوں، نوابوں اور جاگیرداروں کے یہاں اس کی باقاعدہ ہدایت ہوا کرتی تھی کہ ان کی مجلس میں موت کا نام ہو یہاں تک کہ جو واعظ یا قاری بھی مجلس میں جاتے وہ بھی ہر بات کہتے لیکن یہاں آ کر طرح دے جاتے اور اپنی جان بچاتے مصاحب بھی دل سے چاہتے تھے کہ بادشاہ سلامت یا نواب صاحب کے کان موت کے تذکرے سے نا آشنا رہیں۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ ایک حقیقت پسند اور ندر عالم نے اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ایسا وعظ کہا کہ حقیقت ان کے دل میں اتر گئی اور یہ ساری رنگینیاں اور آزادیاں یک قلم موقوف ہو جائیں۔ پوری تقریر موت ہی پر کی۔ اور بادشاہ یہ سن کر کان کھل گئے کہ اتنی بڑی حقیقت سے وہ اب تک بے خبر تھا چنانچہ وہ اسی وقت تائب ہوا اور نئی زندگی اختیار کی۔

جاگیرداری کا یہ پرانا اور فرسودہ احمقانہ رواجی نظام اب اشتراکیت کے دم قدم سے زندہ ہو بلکہ پہلے سے زیادہ طاقتور ہے اور پہلے سے زیادہ شخصی نظام میں کسی کے دل پر یہ بات اثر کر گئی تھی تو اس کے حدود اختیار اور دائرہ سلطنت کی حد تک دنیا بدل جاتی تھی۔ پارٹی سسٹم اور اشتراکی آمریت میں اس طرح کی گنجائش بھی باقی نہیں رہی۔ ان لوگوں نے پوری دنیا کو فکری طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا ہے ترقی پسند (Progressive) اور رجعت پسند (Reactionary) انھوں نے اسی مقصد کے لئے قائم کی کہ کسی غیر جانبدار کو دراندازی کا موقع نہ مل سکے۔ ہمارا کہنا صرف یہ ہے کہ یہ لوگ سب کچھ ہو سکتے ہیں حقیقت پسند بہرحال نہیں ہو سکتے۔ ان کو چاہیے کہ پہلے موت کے خلاف کوئی تحریک کریں، محنت کش عوام کو موت کے خلاف متحد (Mobilize) کریں جو بے پاؤں بلا اطلاع چلی آتی ہے۔ پہلے موت کو موت سے ہمکنار کریں اس کے بعد یہ دعویٰ ان کے لئے زیب دیگا

(باقی صفحہ پر)

قرآن کا پیام

(مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی)

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝ وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ۝ يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝ ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ۝

اور اپنے پروردگار کو بہ کثرت یاد کرتے رہو اور تسبیح کرتے رہو دن ڈھلے بھی اور صبح بھی اور (وہ وقت یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا اے مریم بیشک اللہ نے آپ کو برگزیدہ کیا ہے اور پاک کر دیا ہے اور آپ کو دنیا جہان کی بیویوں کے مقابلہ میں برگزیدہ کر لیا ہے۔ اے مریم اپنے پروردگار کی اطاعت کرتی رہیے اور سجدہ کرتی رہیے اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہیے۔ یہ واقعات غیب کی خبروں میں سے ہیں ہم آپ پر ان کی وحی کر رہے ہیں اور آپ تو ان لوگوں کے پاس تھے نہیں، اس وقت جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی سرپرستی کرے اور نہ آپ ان کے پاس اس وقت تھے جب وہ باہم اختلاف کر رہے تھے۔

واذکر .... وسبح: یعنی ذکر الٰہی و تسبیح کا شغل دل میں بھی جاری رہے اور زبان سے بھی یہ نہ ہو کہ آپ کی زبان بطور مرض یا عذاب الٰہی کے مطلقاً بند ہو جائے اور آپ بالکل گونگے ہو جائیں (جیسا کہ غلط طور پر انجیل میں درج ہے) بلکہ ذکر و تسبیح میں آپ برابر لگے رہیں گے۔ (البتہ لوگوں سے گفتگو پر قادر نہ رہیں گے اور یہی اس امر کی علامت ہوگی کہ حمل قرار پا گیا۔ اور ظہور یحییٰ کا زمانہ قریب آ گیا۔

عشی: زوال آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک کا سارا وقت اس میں آ گیا۔

ابکار: طلوع فجر سے دن چڑھے تک کا وقت اس میں شامل ہے۔

محاورہ میں مراد صبح و شام کے اوقات کی تعیین و تخصیص نہیں، بلکہ مطلق دوام بھی ہو سکتی ہے۔

(بعض خصوصیات کے لحاظ سے)

اذ قالت الملٰئکۃ: یہ قول خواہ بطور الہام ہو جس کا تعلق محض قلب و باطن سے ہے خواہ بطور ندا ہو جس کا تعلق سماعت اور ظاہر سے ہے۔

ملٰئکۃ: کے صیغہ جمع سے یہ لازم نہیں آتا کہ کہنے والے کئی کئی فرشتے ہوں ملٰئکۃ سے مراد جنس ملائکہ بھی ہو سکتی ہے۔

محققین نے کہا ہے کہ ملائکہ کا غیر انبیاء کے ساتھ ہمکلام ہونا آیت سے ثابت ہے۔ البتہ ملائکہ کے لائے ہوئے پیام تبلیغ صرف انبیاء کے ساتھ مخصوص ہیں

اصطفٰک: اس اصطفاء کا تعلق مریم علیہا السلام کے بچپن سے ہے یعنی اللہ نے شروع ہی سے آپ کو بزرگی دے رکھی ہے آپ کی والدہ کی دعاؤں کو حسن کرآپ کو خلعت وجود بخشا گیا۔ پھر ہیکل کی خدمت کا کام جو لڑکوں اور مردوں کے لئے مخصوص تھا آپ کو لڑکی ہونے کے باوجود اس کا موقع عنایت کیا گیا پھر آپ کو آپ کے حجرہ میں غذائیں جس اعجازی رنگ سے پہنچائی گئیں اس نے زکریا نبی تک کو متحیر کر دیا۔ یہ سب شواہد آپ کی برگزیدگی کے تو ہیں۔

طہرک: یعنی آپ کو گناہوں کی آلائش سے پاک صاف کر دیا۔ آپ کو اخلاقی پاکیزگی کا ایک نمونہ بنا دیا۔

یہ خصوصیت کے ساتھ یہود کی رد میں ہے جو گندے الزامات حضرت مریم پر لگائے ہوئے تھے اور آج تک لگاتے چلے آ رہے ہیں۔

اصطفٰک علی نساء العٰلمین: پہلے اصطفاء کا تعلق مریم کے بچپن سے تھا یعنی پیدائش ہی الیسی ہوئی۔ اس اصطفاء کا تعلق ان کے بلوغ کے بعد سے ہے یہ دوسری برگزیدگی خاص خاص حیثیات سے تھی مثلاً اس صفت میں کہ مرد کے توسط کے بغیر مس نکلی سے انھیں ماں بنا دیا گیا۔ انجیل میں بھی فضیلت مریم کا ذکر ہے لیکن قرآن مجید سے کہیں ہلکے لفظوں میں۔

"اس کنواری کا نام مریم تھا اور فرشتے نے اس کے پاس اندر آکر کہا سلام تجھ کو جس پر فضل ہوا ہے، خداوند تیرے ساتھ ہے" لوقا۔ (۱: ۲۷، ۲۸)

آیت ماقبل اگر یہود کے رد میں تھی جنھوں نے مریم کی ذات کو اتہامات کا ہدف بنا رکھا تھا تو یہ آیت یہود و نصاریٰ دونوں کے رد میں ہے یہود کو یہ جتایا گیا کہ آپ بڑی عبادت گزار و طاعت شعار خاتون تھیں۔ اور نصرانیوں کو یہ جتلایا گیا کہ مریم نہ (نعوذ باللہ) خدا کی ماں تھیں اور نہ کسی قسم کی دیوی، کہ ان کی پرستش کی جائے یا انھیں کسی درجہ میں بھی شریک عبادت کیا جائے بلکہ ان کی ساری بزرگی و برگزیدگی تو بس یہ تھی کہ وہ اپنے مالک و مولیٰ کی مخلص پرستار، فرمانبردار اور نہایت درجہ عبادت گزار و طاعت شعار تھیں ـــــ آیت سے مقصود حضرت مریم کے کمال عبدیت کا اظہار ہے "سجدہ" اور "رکوع" کے الفاظ سے فقہ اسلامی کے اصطلاحی سجود و رکوع لازم نہیں آتے مطلق عبادات مراد ہے۔

(اے پیغمبر!)

یعنی یہ وہ واقعات ہیں جو آپ سے کئی سو سال قبل اور وہ بھی ایک دوسرے ملک میں پیش آئے تھے اور اب دنیا سے ان کی صحیح تاریخ گم ہو چکی ہے اور ان کے علم واقعی کا کوئی ذریعہ بھی اب بجز وحی الٰہی کے باقی نہیں آپ کو بالکل ٹھیک ٹھیک وحی کے ذریعہ القا کئے جا رہے ہیں اور یہ بجائے خود ایک دلیل آپ کی صداقت کی ہے۔

(شام کے دریائے یردن میں تفاؤل کے لئے)

اذ یلقون: اس فعل کے فاعل کون تھے؟ یروشلم کے ہیکل مقدس کے خدام اور کاہن (بہ اصطلاح یہود)

اقلامھم: ہیکل سلیمانی کی خدمت و نگہداشت کے لئے خادموں کی ایک مستقل جماعت رہا کرتی تھی جیسے کہ بڑی مسجدوں کی خدمت کے لئے جاروب کشوں، فراشوں، دربانوں، موذنوں وغیرہ کا پورا عملہ رہتا ہے حضرت مریم کے والد حضرت عمران اپنے زمانہ میں ان خادمان حرم کے سردار تھے۔ ان کی وفات پر سوال یہ پیدا ہوا کہ اب مریم کا سرپرست کون ہو۔ رشتہ ان خادموں میں سب سے قریب حضرت زکریا کا تھا کہ آپ مریم کے خالو تھے۔ طے یہ پایا کہ سوال کا حل فال کے ذریعے کیا جائے۔ فال اشارہ غیبی کی قائم مقام تھی۔ اور اس کا طریقہ یہ رائج تھا کہ نے کے قلم جو توریت کے لکھنے کے ہوتے تھے ان پر توریت شریف ہی کے کچھ کلمات لکھ کر انھیں دریائے یردن میں ڈال دیا جاتا تھا اور قلم عموماً دریا ہی کے رخ بہنے لگتے۔ لیکن بعض قلم مخالف رخ کو بہتے اور یہی مخالف بہاؤ کامیابی کی علامت سمجھی جاتی۔ جیت ایسے ہی قلم کے مالک کی سمجھی جاتی۔ گویا غیب سے ڈگری اس کے حق میں ہو گئی۔ یہی صورت یہاں ہوئی اور قرعہ حضرت زکریا کے نام پر پڑا۔

(مریم کی سرپرستی کے باب میں)

وما کنت لدیھم: خطاب رسول اللہ صلعم سے ہے یعنی جب مریم کی کفالت و سرپرستی کا قضیہ طے ہو رہا تھا تو آپ خود وہاں موجود نہ تھے اور نہ کوئی معتبر چشم دید شہادت ہی آپ تک پہنچی، پھر جو آپ اتنی صحیح اور سچی خبریں اپنی زبان سے ادا کر رہے ہیں ان کا ذریعہ بجز وحی الٰہی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔؟

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

مسلمان مرنے کیلئے مسلمان زندہ رہنے کی ضرورت ہے

(مولانا سید ابو الحسن علی ندوی)

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ۝

ترجمہ: کیا ایمان والوں کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت کے اور جو دین حق نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جائیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان کے قبل کتاب ملی تھی پھر اسی حالت میں ان کی ایسا زمانہ گزر گیا پھر ان کے دل سخت ہو گئے، پھر نوبت یہاں تک پہونچی کہ بہت سے آدمی ان میں سے آج کافر ہیں۔

بعض مرتبہ قاری نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی بعض لوگ ایسا معلوم ہوا کہ سونے سے چونک گئے اور ان کی زندگی میں ہمیشہ کے لئے انقلاب آ گیا، بغداد کے انتہائی تعیش اور غفلت کے دور میں صاحب تاثیر واعظوں اور صاحب دل ناصحوں کی مجلس مشکل سے ایسے واقعات سے خالی ہوتی تھی، مشہور عرب سیاح ابن جبیر اندلسی جس نے ۵۸۰ھ میں بغداد دیکھا ہے۔ شیخ رضی الدین قزوینی کی مجلس کا حال بیان کرتا ہے کہ اثنائے وعظ میں آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں جاری تھیں، لوگ پروانوں اور متوالوں کی طرح .... ان کے ہاتھ پر گر رہے تھے اور اپنے بال کاٹ رہے تھے۔ حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس وعظ میں تو یہ حال تھا کہ لوگ چیخ مار مار کر روتے تھے لوگوں پر غشی طاری ہو جاتی تھی اور بے ہوش ہو ہو کر گرتے تھے اور لوگ ہاتھوں میں اٹھا کر لے جاتے تھے۔ اپنی پیشانی کے بال ان کے ہاتھوں میں دیتے تھے اور وہ سر پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ حافظ ابن جوزی نے خود ایک موقع پر تخمینہ لکھا ہے کہ ایک لاکھ انسانوں نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی ہے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی مجلس خلفائے عباسیہ کے دربار سے زیادہ پر ہیبت اور پر رونق تھی۔

فساق و فجار فسق و فجور سے توبہ کر کے صالحین و متقین کے گروہ میں شامل ہو جاتے، بڑے بڑے شہزادے اور ناز پروردہ امیرزادے ایک معمولی سی تنبیہ سے تخت و تاج چھوڑ کر فقر و درویشی اور صلاح و تقویٰ کی زندگی اختیار کر لیتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ چراغ سحر ایک ایک کر کے بجھنے شروع ہوئے۔ رہے سہے دیئے بھی گل ہو گئے، دلوں سے وہ خوق طلب نکل گیا۔ زندگی میں خدا طلبی کا کوئی خانہ اور چھوٹے سے چھوٹا گوشہ بھی نہیں رہا۔ طلب و روح کی جگہ معدہ اور شکم نے پر کر دی زندگی کی تمام بلند حقیقتیں اوجھل ہو گئیں اب مدت سے (اقبال) خطیب کی زبان پر ہے ؎

ڈھونڈھ اہل دل کو اب کہ جوش قلزم فنا
متاع درد جن میں تھی وہ کشتیاں ڈوب چکا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝ ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور نہ مرو مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو۔

ہم مسلمانوں پر خدائے تعالیٰ کے بیشمار احسانات ہیں ان میں سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ ایمان و اسلام کی دولت نصیب کی یعنی اپنی پہچان اور وحدانیت عطا فرمائی۔ دنیا کی ہر گری پڑی چیز کی پوجا اور پرستش سے بچایا، زندگی کا مقصد بتایا، انجام کی فکر عطا کی۔ مرشد کامل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن ہمارے ہاتھوں میں دیا، جہنم کے عذاب اور آخرت کی حسرت سے بچایا، دنیا و آخرت کی نعمتوں کا مستحق بنایا۔ حقیقت میں یہ خدا ہی کی دین ہے، ورنہ کتنے بڑے بڑے سمجھدار اور کتنے بڑے بڑے عالم، کیسے کیسے شریف و معقول لوگ دنیا میں موجود تھے اور ان کو یہ عظیم نعمت نصیب نہیں، کتنے انبیاء کے آبا و اجداد اور کتنے انبیاء کی اولاد اس نعمت سے محروم رہی اور نعمت ملی تو ہم کو ملی یہ خدا کا کتنا بڑا احسان ہے ـــــ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے مجمع میں فرمایا۔

"کیا میں تمہارے پاس اس حالت میں نہیں آیا کہ تم گمراہ تھے اللہ نے تم کو ہدایت دی، تم فقیر تھے اللہ نے تم کو غنی کیا تم دشمن تھے، اللہ نے تمہارے دل ملا دیئے؟" یہ سن کر سب نے ایک آواز ہو کر کہا۔

بیشک للہ و رسولہ المن والفضل - بیشک اللہ اور اس کے رسول کا احسان اور صدقہ ہے۔

اب یہی احسان اللہ نے ہم پر اور آپ پر کیا ہے اس احسان عظیم کا تقاضا اور شکر گزاری یہ ہے کہ خدا کا خوف اپنے دل میں پیدا کریں اور اسی حالت میں جئیں اور مریں۔ یاد رکھئے کہ مسلمان مرنے کے لئے مسلمان زندہ رہنے کی ضرورت ہے اس لئے کہ جب موت کا کوئی وقت مقرر نہیں تو ہر وقت مسلمان رہنا چاہئے تاکہ اگر کسی وقت موت آ جائے تو اسلام کی حالت میں آئے اور اکثر یہی ہوتا ہے کہ جس حالت میں زندہ رہتا ہے اکثر اسی حالت میں اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ موت زندگی ہی میں آتی ہے اور مسلمان زندہ رہنے کے لئے اسلامی عقائد، اسلامی رسوم، اسلامی معاشرت، اسلامی صحبت کی ضرورت ہے۔ ●

"سوچتا ہوں دیر سے میں اپنے افسانہ کا نام"

(رئیس الشاکری)

ایک بیگانے کے لب پر ایک بیگانے کا نام
جیسے کوئی لے رہا ہو جانے پہچانے کا نام

شرح غم، تفسیر دل، یا اضطراب آرزو
سوچتا ہوں دیر سے میں اپنے افسانے کا نام

موت ہے بادہ کشوں میں چند لمحوں کا سکوت
زندگی ہے جام کے گردش میں آ جانے کا نام

مسکرا کر نذر کر دی عشق میں جانِ عزیز
رہتی دنیا تک رہے گا تیرے دیوانے کا نام

جب سے وہ آئے ہیں دل میں سوچتا ہوں بار بار
"غیرت فردوس" رکھ دوں دل کے کاشانے کا نام

گو پرائی آگ میں جلتا ہے لیکن اے رئیسؔ
کب زبانِ شمع پر آتا ہے پروانے کا نام

"عروجِ آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں"

حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری نے انسانیت کے مرتبہ اور آب و خاک کے رتبہ پر جو عارفانہ کلام فرمایا ہے اس کو اس پستی اور کم ہمتی اور خود فراموشی کے دور میں بار بار پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ زیر نظر اقتباسات تاریخ دعوت و عزیمت حصہ سوم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے لئے گئے ہیں۔ امید ہو کہ اس کو توجہ و اہتمام سے پڑھا جائے گا۔

موجودات و مصنوعات تو بہت تھے اور ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر، لیکن محبوبیت و خلافت کی خلعت فاخرہ ضعیف البنیان انسان ہی کے جسم پر راس آنے والی تھی۔ وہ بیشک ملائکہ کی طرح معصوم نہیں اس سے گناہوں کا صدور بعید نہیں، لیکن خالق کی نظر عنایت سب کی تلافی کے لئے کافی ہے اور یہ وہ پاسنگ ہے کہ ترازو کے جس پلڑے پر رکھ دیا جائے وہ پلڑا جھک جائے گا۔

فرماتے ہیں موجودات بہت اور مصنوعات بے شمار تھے لیکن کسی ہستی کے ساتھ وہ معاملہ نہیں ہوا تھا جو اس مٹی اور پانی کے مجموعے کے ساتھ تھا جب رب العزت کو منظور ہوا کہ اس خاکی پتلے کو وجود کا لباس پہنائے اور خلافت کے تخت پر بیٹھائے ملائکہ ملکوت نے عرض کیا کہ آپ زمین پر ایک ایسی ہستی کو خلیفہ بنا کر بھیجنا چاہتے ہیں جو اس میں فساد برپا کرے گی لطف قدیم نے جواب دیا کہ محبت میں مشورہ نہیں ہوتا اور عشق و تدبیر جمع نہیں ہوتے تمہاری تسبیح و تہلیل کی کیا قیمت ہے اگر ہمیں قبول نہ ہو اور ان کو گناہوں سے کیا نقصان اگر ہمارے لطف و عنایت کا ساقی عفو و معافی کا پیمانہ ان کے ہاتھ پر رکھ دے، ہمیں اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کر دے گا ہاں! تم ہمیشہ سیدھے راستہ پر چلنے والے ہو اور وہ ہر طرف چلیں گے لیکن جب ہم ان کو چاہا تو رحمت کا فرش ان کے لئے بچھایا اگر ان کی پیشانی پر گناہ کوئی گرد ڈال دیگا تو ہماری مہربانی اس کو مٹا دے گی تم یہ تو دیکھتے ہو کہ معاملات میں ہم ان کے مطلوب ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ محبت میں وہ ہمارے مطلوب ہیں کسی شاعر نے خوب کہا ہے کہ "محبوب سے ایک گناہ سرزد ہوتا ہے تو اس کے محاسن ہزار سفارشی اکٹھا کر دیتے ہیں"۔

———

جب آدمؑ کی قسمت و اقبال کا ستارہ بلند ہوا تو کائنات میں ایک غلغلہ برپا ہوا کہنے والے نے کہا ہے کہ اتنے ہزار سال کی ہماری تسبیح و تہلیل کو نظر انداز کر دیا اور خاک کے پتلے آدمؑ کو سرفراز کیا اور ہم پر ترجیح دی گئی۔ آواز آئی کہ تم اس خاکی صورت کو مت دیکھو اس پاک جوہر کو دیکھو جو ان کے اندر ودیعت ہے محبت کی آگ ان کے دلوں میں لگا دی گئی ہے"۔ ایک دوسرے مکتوب میں اس خصوصیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے ہیں لیکن وہ سب مخلوق حریف سوز محبت سے بے تعلق ہیں اور ان کو اس کا کوئی حصہ نہیں ملا۔ یہ دولت تو صرف آدمی کے حصہ میں آئی ہے موجودات کی دوسری اقسام میں سے کسی قسم کو بھی یہ شرف عطا نہ ہوا کسی نے کسی کہنے والے نے کہا ہے۔ ؎

بنا ہے بلندی و پستی توئی
ہمہ نیستند انچہ ہستی توئی

———

میرے بھائی مشتِ پانی کا اقبال کچھ کم نہیں اور آدمؑ اور آدمیوں کا مرتبہ معمولی نہیں عرش و کرسی لوح و قلم آسمان و زمین سب انسان ہی کے طفیل میں ہے استاذ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنا خلیفہ کہا حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ کا لقب دیا (اتخذ اللّٰہ ابراھیم خلیلا) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ارشاد ہوا کہ میں نے تم کو منتخب کیا اور مومنین کے متعلق ارشاد ہوا یحبھم و یحبونہ لوگوں نے کہا اگر اس حدیث محبت کو دلوں سے مناسبت نہ ہوتی تو دل دل کہلانے کا مستحق نہ ہوتا۔

———

آب و خاک کا مرتبہ بلند ہے اور بہت بڑی ہے چند فقر و فاقہ اور بینوائی اس کے خمیر میں داخل ہے لیکن جب آفتاب امانت آسمان وجود میں درخشاں ہوا، ملائکہ ملکوت نے جو سات لاکھ سال سے تقدیس و تسبیح کے چمنستان سے اپنی غذا حاصل کر رہے تھے اور نحن نسبح بحمدک کا نعرہ بلند کر رہے تھے عاجزانہ اپنی بے بسی کا اظہار اور اپنے عجز کا اعتراف کیا فابین ان یحملنھا اور اس بار گراں کے اٹھانے سے معذرت ظاہر کی آسمان نے کہا میری صفت رفعت ہے زمین نے کہا کہ میرا فرش خاکی ہے پہاڑ نے کہا میرا منصب پہرہ داری ہے اور ایک پاؤں پر کھڑا رہتا ہے جواہرات نے عرض کیا کہ کہیں ہمارے شیشہ میں بال نہ آجائے اس خاک جیباک کے ذرہ نے فقر و فاقہ کی آستین سے دست نیاز نکالا اور اس بار امانت کو سینہ سے لگا لیا اور دو عالم میں سے کسی چیز کا غم نہ کیا، اس نے کہا میرے پاس کیا ہے جس کو چھین لیں گے جب کسی چیز کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں مٹی میں ملا دیتے ہیں مٹی کو کس میں ملائیں گے مردانہ وار بڑھا اور اس بوجھ کو جس کو سات آسمان و زمین نے نہ سہا اس نے ہنسی خوشی اٹھا لیا اور ہل من مزید کا نعرہ لگایا۔

———

شہباز محبت کو سینہ آدم کے سوا کوئی آشیانہ نہ ملا آسمان کی بلندی عرش و کرسی کی وسعت سے گذرتا ہوا اس نے دل عاشق کو اپنا نشیمن بنایا بلاغت طراز قلم سے تحریر فرماتے ہیں آب و خاک کو نہ سمجھو جو کچھ کمالات ہیں آب و خاک ہی کے اندر ہیں اور جو کچھ اس دنیا میں آیا ہے آب و خاک ہی کے ساتھ آیا ہے اس کے علاوہ جو کچھ نظر آتا ہے نقش بدلیوار سے زیادہ نہیں، کہنے والوں نے کہا کہ شہباز محبت نے آشیانہ عزت سے پرواز کی عرش کے پاس سے گزرا عظمت دیکھی گزر گیا کرسی پر پہونچا وسعت دیکھی گذر گیا آسمان پر پہونچا رفعت دیکھی آگے بڑھ گیا خاک پر پہونچا محبت دیکھی اتر آیا۔ اس مضمون کو کسی شاعر عارف نے اس کا ترجمان بنا کر یوں ادا کیا ؎

ارض و سماں کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں اے بھائی خالق کا اس آب و خاک کے ساتھ خاص معاملہ اور خاص عنایات ہیں ایک روایت میں آیا ہے کہ جب ملک الموت اس امت میں سے کسی کی روح قبض کرتا ہے تو رب العزت کی طرف سے ان کو خطاب ہوتا ہے کہ پہلے میرا سلام پہنچا پھر روح قبض کرنا تم نے قرآن مجید میں پڑھا ہوگا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بے واسطہ مومنوں کو سلام کہے گا فرماتا ہے سلام قولا من رب الرحیم۔ جس طرح لا الہ الا اللہ اس کا کلام ازلی ہے اس کا سلام بھی ازلی ہے اگر ہم مشت خاک کے ساتھ یہ قدیم نظر عنایت نہ ہوتی تو ازل میں اس کو سلام بھی نہ کہا جاتا ایک شاعر نے اس مضمون کو بیان کیا ہے ؎

آں راکہ محبوب سلامے باشد
وز حضرات و بد پیامے باشد
در حلقہ بندگانش خورشید منیر
قصہ چہ کنم کم از غلامے باشد

———

ایک دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں حق تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم میں سے کوئی گروہ انسانوں کے گروہ سے زیادہ عالی ہمت نہیں پیدا کیا اور انسانوں کے سوا کسی گروہ کے متعلق یہ نہیں ارشاد ہوا کہ نفخت فیہ من روحی، اور کسی گروہ میں پیغمبروں کو مبعوث نہیں فرمایا اور نہ آسمانی کتابیں نازل کیں اور نہ کسی گروہ کو سلام کہلایا اور نہ کسی گروہ کو اپنے دیدار کی نعمت عطا فرمائی وہ آدمی ہی تھے جو اپنی محبت کی قوت اور اپنی ہمت کی بلندی کی وجہ سے طاقت فراق نہیں رکھتے تھے دنیا میں ان کے دل سے حجاب اٹھا لیا اور عقبیٰ میں ان کی آنکھوں سے پردہ اٹھا لیا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں وہ اس کے سوا کسی کے طالب نہیں اور عقبیٰ میں اس کے جمال جہاں آرا کے سوا ان کی آنکھوں نے کچھ نہ دیکھا اور یہ سبق انھوں نے مکتب ما زاغ البصر و ما طغیٰ میں پڑھا تھا۔

(صفحہ ۱۹ پر)

حاجیوں کے لئے

یاد رکھنے کی چند باتیں

از مولانا محمد اویس صاحب ندوی نگرامی

حج کے سلسلہ میں بعض امور کا استحضار راقم سطور کے تجربہ میں بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ سطور ذیل میں ان امور کو درج کیا جاتا ہے کیا عجب ہے کہ خدا کے کسی دوسرے بندے کو بھی اس سے فائدہ پہونچے اور اس کی زبان سے کسی وقت دعائے خیر نکل جائے۔

(۱) مسافران حرم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا مہمان قرار دیا ہے۔ ابن ماجہ میں ارشاد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے کہ:

"حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اگر وہ دعا مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔ وہ بخشش چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بخشتے ہیں"۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب المناسک)

جس طرح میزبان کے ذمہ مہمان کے حقوق ہیں اسی طرح مہمان کے ذمہ میزبان کے بھی حقوق ہیں اور ان کی رعایت کرنا ضروری ہے۔ اگر حجاج اس نکتہ کو یاد رکھیں گے اور مہمانی کے اس عظیم شرف کا خیال رکھیں تو انشاء اللہ حج کے پورے زمانہ میں لذت پائیں گے۔ حج کے مسائل، اس کے شرائط و ارکان کا حجاج کے در حقیقت یہی وہ حقوق ہیں جو حق تعالیٰ کے مہمان ہونے کی حیثیت سے حجاج کے ذمہ عائد ہوتے ہیں، محض خشک مسئلوں کی حیثیت سے نہیں بلکہ حق تعالیٰ کے مہمان ہونے کے خیال سے ان پر عمل کرنا اور ان کا لحاظ رکھنا بے حد نفع بخش ہوتا ہے۔

(۲) حج کے تمام اعمال کا مقصد اور حاصل خدا کی یاد ہے حج کے اعمال بجا لاتے کے وقت اگر اس اصولی بات کو یاد رکھا جائے تو انشاء اللہ یہ ظاہری اعمال باطن میں بھی کچھ ذوق پیدا کریں گے۔ حضرت نبی کریم کا ارشاد ہے:

"کعبہ کا طواف، صفا و مروہ کے درمیان سعی اور رمی جمار (کنکریوں کا پھینکنا) صرف اللہ کی یاد کے لئے ہے"۔

(ابو داؤد، ترمذی)

فرض کیجئے کہ ایک شخص ایسا ہے جو حج کے ان اعمال کو پورا کرتا ہے مگر اس کا دل خدا کی یاد سے خالی ہے تو اس شخص کا مقابلہ نتائج و ثمرات کے اعتبار سے کیسے کر سکتا ہے جس کی ہر حرکت یاد الٰہی کی برکت اپنے اندر رکھتی ہے۔

(۳) اس سے ملتی جلتی ہوئی یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ اعمال حج میں قدم قدم پر توحید کا اعلان ہے۔ جب حاجی احرام باندھتا ہے تو تلبیہ پڑھتا ہے۔ تلبیہ میں کھلا ہوا اعلان حق تعالیٰ کی توحید اور رد شرک کا ہے۔ ملاحظہ ہو!

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ
اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَۃَ لَکَ وَ الْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ

(تیرے حضور میں (میں) حاضر ہوں، حاضر ہوں اے خداوند تیرے حضور میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، ساری تعریفیں اور سب نعمتیں تیری ہی ہیں اور ملک و بادشاہت تیری ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔)

جب خانہ کعبہ پر نظر پڑتی ہے تو حاجی کہتا ہے کہ بسم اللہ اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ و للّٰہ الحمد "(خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں، خدا سب سے بڑا ہے، خدا کے سوا کوئی معبود کے لائق نہیں، تمام تعریفیں خدا ہی کے لئے ہیں)

مقام ابراہیم میں نماز پڑھیے تو پیغمبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھیے یہ دونوں سورتیں اصولی طور پر توحید کا اعلان اور شرک کی تردید کرتی ہیں۔

صفا اور مروہ کی سعی کے لئے جائیے تو دونوں پہاڑوں پر چڑھ کر پہلے پڑھیے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ
وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

(خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے)

منیٰ جائیے یا عرفات کثرت سے تلبیہ پڑھتے رہیے، عرفات جائیے تو وہاں کے لئے بھی بہترین دعا یہ بتلائی گئی ہے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ
وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ یہ دعا میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی ہے

بعض روایات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت عرفات میں تلاوت فرمائی:

شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ؕ

(خدا نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور (گواہی دی) فرشتوں نے اور اہل علم نے جو انصاف والے ہیں (کہ) کوئی بندگی کے لائق نہیں، مگر وہی اللہ جو عزت والا ہے اور حکمت والا ہے۔)

رمی جمرات کے وقت بھی کہیے کہ:

بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر رغما للشیطان و رضی للرحمٰن۔

(میں اللہ کا نام لے کر کنکری مارتا ہوں، اللہ سب سے بڑا ہے، (میں کنکری مارتا ہوں) شیطان کو رسوا کرنے کے لئے اور رحمٰن کو خوش کرنے کے لئے۔)

ان سب باتوں پر غور کیجئے اور یہ سمجھنے کی کوشش کیجئے کہ ہر موقع پر کس طرح توحید کا اقرار اور اعلان ہے ضرورت ہے کہ ہر حاجی اس توحید میں اپنے کو غرق کر دے۔ توحید محض قال نہیں بلکہ حال بن جائے توحید کا مطلب محض خدا کو ایک کہنا نہیں بلکہ ایک جاننا ہو جائے۔ معبودیت و محبوبیت اور مطلوبیت صرف حق تعالیٰ کے لئے ہو اور دل اس کی اور صرف اسی کی اولیت و آخریت ظاہریت و باطنیت محسوس و منکشف ہو جائے۔

(۴) خوش نصیب حاجی جب بھی تلبیہ کہے وہ اس بات کو یاد کرے کہ اس تلبیہ میں اس کی موافقت میں کی ہر چیز کر رہی ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:

"جب مسلمان لبیک کہتا ہے تو اس کے دائیں اور بائیں ختم زمین تک جتنی زمین میں ہیں (مثلاً پتھر، درخت، ڈھیلے) سب لبیک کہتی ہیں"۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

ارشاد نبوی کا استحضار تلبیہ کہنے والے کو عجیب روحانی لذت بخشتا ہے۔

(۵) جس طواف کے بعد سعی کی جاتی ہے اس میں رمل کیا جاتا ہے یعنی پہلے تین چکروں میں مونڈھے ہلا ہلا کے تیز قدم چلتے ہیں اس کی وجہ یہ تھی کہ کفار نے مسلمانوں پر طعن کیا تھا کہ مدینہ کے بخار نے ان کو کمزور کر دیا ہے اس لئے حکم ہوا کہ اس طرح اکڑ کر چلیں کہ کفار کے مقابلہ میں اظہار قوت و شوکت ہو، ظاہر ہے کہ اب اعدائے دین تو موجود نہیں مگر رمل کا یہ حکم باقی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مشورہ ہے۔

"گرچہ اظہار جلادت و تحقیر [illegible] اعدائے اسلام کہ شیطان و جنود اوست [illegible] اقرب و اولیٰ بود"

(اگر یہ اظہار قوت اعدائے اسلام یعنی شیطان اور اس کے کارندوں کے مقابلہ میں تصور کی جائے تو زیادہ بہتر [illegible] ہوگا۔)

(شرح سفر السعادۃ ص ۲۳۱)

(۶) خوش نصیب زائر حرم جب مدینہ منورہ و مسجد نبوی علی صاحبہا میں حاضری کی سعادت پائے اور بارگاہ نبوی سے قریب ہونے کی دولت حاصل کرے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام حقوق کو یاد کرے جو امت کے ذمہ واجب ہیں اس سلسلہ میں حضرت مولانا سید احمد حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک گرامی نامہ کی چند سطریں نقل کرنا مناسب ہے۔

"حاضری دربار مبارک کے وقت آنحضرت علیہ السلام کی روح پر فتوح کو وہاں جلوہ افروز و پیشے تصور کی جائے تو [illegible] غایت جلال و جمال کے ساتھ تصور کرتے ہوئے شہنشاہ عالم کے دربار میں حاضری خیال کی جائے اور جملہ طرق ادب کا لحاظ رکھا جائے .... فضول باتوں اور لوگوں کی مجالس سے بلا ضرورت حاضری سے گریز کیا جائے اوقات کو درود شریف، ذکر، مراقبہ، قراءۃ قرآن، نوافل سے معمور کیا جائے [illegible]"

(باقی صفحہ [illegible] پر)

ایمان وعمل صالح کی برکت

مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری

جب انسان ایمان وعمل صالح سے آراستہ رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی محبت قوموں کے قلوب میں ڈالدیتا ہے ارشاد باری ہے۔ ان الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولٰئک لھم الامن وھم مھتدون (انعام)

(یعنی جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا تو انھیں لوگوں کے لے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔)

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمٰن ودا (مریم)

(یعنی بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے کو عمل صالح سے آراستہ کیا خدائے تعالیٰ ان کی دوستی کو مقرر کرے گا۔)

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور عمل صالح سے ہم آراستہ ہونگے تو اللہ تعالیٰ ہماری الفت ومحبت کو قوموں کے دلوں میں ڈالدے گا اور جب ہم اس سے بے میل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارا میل بھی دوسروں سے ختم کردے گا۔ ارشاد ہے۔ ترجمہ

یعنی ہم نے آج تم کو اس طرح بھلا دیا جس طرح تم آج کے دن میری ملاقات کو بھول گئے تھے۔ گویا آج خدا کی طرف سے آواز آتی ہے۔

جب سے اے دل زندہ تو نے ہم کو چھوڑا

ہم نے بھی تیری راہ کہانی چھوڑی

اب مسلمانوں کی ذات اور افتخار کے محبوبیت کے سلسلہ میں چند واقعات سنئے۔

علامہ سید سلیمان ندوی (صاحب سیرۃ النبی) نے ہندوستان کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ہندوستان کے ساحلی علاقہ میں ایک شہر کھمبات آباد تھا جو راجہ جنگ کی عملداری میں واقع تھا اور یہ بات میں ہندو تھے مسلمان تھوڑے تھے ہندوؤں نے کسی ترنگ میں آکر مسلمانوں کو مارا پیٹا اور لوٹا کھسوٹا اور ان کی مسجد کو جلا دیا۔ قرآن کریم بحرمتی کی مسجد کے امام کسی طرح جان بچا کر بھاگ نکلے ان کو راجہ جنگ کا انصاف معلوم تھا وہ کسی طرح اس کے دربار میں پہونچے۔ مگر کارن سرکار نے ان کو راجہ جنگ سے ملاقات کا موقع نہ دیا۔ ایک دن معلوم ہوا کہ راجہ شکار سے واپس ہو کر فلاں راستہ سے گذریں گے۔ امام صاحب راجہ کے راستہ میں کچھ آگے ایک جھاڑی میں چھپ گئے جب راجہ کی سواری آگئی تو یہ جھپٹ کر فریاد کرنے لگے اور سب واقعات بتلا گئے بادشاہ نے اہل دربار کو حکم دیا کہ اس واقعہ کی تحقیقات کرکے فلاں دن تک رپورٹ دیں۔ امام صاحب کو بھی اسی دن میں بلایا گیا وقت مقررہ پر راجہ نے ہندو افسران سے معلوم کیا تو سب نے بتلایا کہ واقعہ خود ساختہ ہے سب فرضی وجعلی ہے۔ راجہ اس جواب سے مطمئن نہیں ہوا۔ اور کچھ سوچ کر راجہ نے دربار میں اعلان کیا کہ میں ایک ہفتہ تک کسی ضروری کام سے دربار میں حاضر نہ ہوسکوں گا۔ آپ لوگ اپنے اپنے فرائض انجام دیتے رہیں گے۔ یہ کہہ کر راجہ خفیہ سرنگ سے محل سے باہر نکلا اور بھیس بدلکر سانڈنی پر سوار ہو کر منزل بمنزل چل کر کھمبات پہونچا بازار میں ہر کس وناکس سے یہی سنتا رہا کہ ہندوؤں نے یہاں کے مسلمانوں کو مار ڈالا ناحق ان کی مسجد کو جلا ڈالا۔ بڑا ظلم ہوا۔ مسلمان اجڑ گئے

راجہ جنگ نے کھمبات کے دریا کا کھارا پانی لے کر اپنی بوتل میں بھر کر ساتھ لیا اور واپس آکر آٹھویں روز دربار کیا جن جن افسران نے کہا تھا کہ ہم نے تحقیقات مکمل کرلی ہے واقعہ بالکل غلط ہے ان کو برطرف کردیا اور اپنے سفر کا واقعہ اور مسلمانوں کی مظلومیت کا قصہ بیان کرکے مولوی صاحب کو مسجد بنا لینے کے لئے ایک لاکھ (بوٹا) گجراتی سکہ دیا اور شاہی خلعت وغیرہ انعام میں دے کر مولوی صاحب کے ساتھ سپاہی کر دیا۔ جو مولوی صاحب کو گرانقدر رقم کے ساتھ کھمبات تک پہنچا دے (عرب وہند کے سیاسی تعلقات)

دوسرا واقعہ متھرا کی مسجد مسجد عبدالنبی خاں کا ہے اس زمانہ میں یہ علاقہ سورج مل جاٹ کے قبضہ میں تھا ایک مرہٹہ سردار بھاؤ دلی سے لوٹ مار و غارتگری کرتا ہوا متھرا وارد ہوا اور راجہ سورج مل کا مہمان ہوا تو اس نے راجہ سورج مل سے کہا کہ من در مقدمہ شما سخت حیرانم کہ شما چگونہ بتا ایذم ہنود اندہ آید کہ دریں معبد مقدس کہ در ناف شہر متھرا مسجد عبدالنبی واقع است دیشما ہنوز او را منہدم نہ ساختہ اید۔

یعنی میں تمھارے معاملہ میں سخت حیران ہوں کہ تم کس طرح اب تک ہندو رہ گئے متھرا جیسی مقدس جگہ کے وسط شہر میں مسجد عبدالنبی کی مسجد واقع ہے اور تم نے اس کو اب تک منہدم نہیں کیا ہے۔ راجہ سورج مل نے کیا خوب جواب دیا۔

مہاراجہ بہادر ملک ہندوستان حکم شاہد ے دارد کہ امروز درکنار زدیاست دزد وار در آغوش عمارت۔ یعنی یہ ملک ہندوستان ایک معشوق کی طرح ہے۔ آج ہمارے قبضے میں ہے تو کل زید وعمر کے قبضے میں ہے۔ تو ازیں چہ فائدہ کہ امروز من ادرا منہدم سازم وفردا بریں ملک اگر مسلمان دست یابد در عوض یک مسجد مندر ہا منہدم سازد۔ تجھکو اس سے کیا فائدہ کہ میں آج اس کو گرادوں اور کل یہ علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں چلا جائے تو وہ اس کے عوض میں کئی مندروں کو گرا دیں گے۔

خلیفہ محمد حسین صاحب جو تفسیر اعجاز التنزیل کے مصنف ہیں انھوں نے اس پورے سوال وجواب کو اپنی کتاب ہادی الاستاد میں نقل کیا ہے جو مغلیہ سلطنت کے عہد زوال کے تاریخی حالات پر مشتمل ہے۔

اس واقعہ کے بیان سے صاف معلوم ہوا کہ خداوند کریم جس چیز کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو اس کی عظمت ومحبوبیت یا اس کی سیاسی افادیت کو صاحب اقتدار کے قلب میں ڈالکر اس چیز کی حفاظت کا نظم کردیتے ہیں۔ ہزار نظریہ کے باوجود مسجد عبدالنبی متھرا میں اب بھی پوری شان سے جلوہ بار ہے۔

راجہ نیپال کا ایک انصاف

کاٹھمنڈو نیپال کی راجدھانی میں ایک کشمیری جامع مسجد اور ایک دوسری مسجد ہندوستانی تکیہ کے نام سے مشہور ہے۔ ایک تیسری مسجد عراقی ہے جب یہ مسجد بننے لگی تو اس کے متصل ایک مندر پہلے سے موجود تھا مسجد میں اذان وجماعت کو مندر کا پجاری دیکھ کر برداشت نہ کرسکا تو اس نے راجہ چندر شمشیر کے پاس مرافعہ کیا جس وقت وہ فریاد لے کر پہونچا۔ کمانڈر انچیف عرضیاں سن رہے تھے پجاری نے سارا ماجرا کہہ سنایا کہ ان رانکی بازار دیول کا پجاری ہوں چھا، میرو دیوتا مناؤتا وقت میں مسلمان لائی کروانے میرو دیوتا استھانے چھاڑی دینو مسلمان لائی چپ کرائی پاؤں۔ کمانڈر انچیف کچھ صاف ذہن کے آدمی نہ تھے انھوں نے پجاری کی ہمت بڑھائی کہ بھولی مہاراج سنگ بھن ہان پوریاؤں چھو۔

دوسرے دن پجاری خوب بن ٹھن کر عذرداری کے لئے مہاراج چندر شمشیر کے حضور پہونچا اور اپنا مدعا کہنے لگا۔ مہاراج نے گرج کر کہا۔ کے بھنے کے بھنے، پھر بھن پھر بھن۔ وہ بول نہ سکا تو راجہ نیپال نے کہا کہ تو نے کہا ہے کہ مسلمان لائی کراونے تیرو دیوتا استھانے چھاڑی دینو تو لیستو کا نزد دلونا نیپال رکھنو پر دلے ناد یول لائی ڈھائی دینو، دیول لائی ڈھائی دینو۔ پجاری دربار سے ناکام واپس آیا۔

ایمان وعمل صالح کی برکت ہے خدا تعالیٰ غیر مسلموں کے قلوب میں اہل اسلام کی الفت ومحبت ڈال دیتا ہے جیسا کہ نیپال کے راجہ کے دل میں اللہ نے خانۂ خدا کے ساتھ ایسی صحیح عقیدت والفت وہمدردی کا جذبہ پیدا کردیا۔

(بیان کردہ حکیم خواجہ کشمیری باغ بازار کاٹھمنڈو)

ملک کی تقسیم کے زمانہ میں جب ہندوستان میں فسادات ہو رہے تھے تو ہندو غنڈوں نے جامع مسجد دہرادون پر حملہ کرنا چاہا۔ مسجد کے پہلو میں لالہ کنورسین رئیس رہتے تھے وہ فوراً دروازے پر آگئے اور اپنے لڑکوں کو بلالیا۔ اور للکار کر کہا کہ جب تک کنورسین زندہ ہے مسجد کو کوئی شخص نقصان نہیں پہونچا سکتا۔ فسادی یہ رنگ دیکھ کر واپس ہوگئے۔ بلوائیوں کی واپسی کے بعد لالہ جی نے اپنے محلے کے مسلمانوں سے کہا کہ آپ ضروری سامان لے کر مکان پر آجائیں یہ مسلمان تقریباً تین ماہ لالہ جی کی پناہ میں رہے مسجد کے موذن اور امام کا خرچ بھی لالہ صاحب برداشت کرتے رہے اور اذان دلواتے رہے اور نماز ہوتی رہی (اخبار صدق ۲۲ دسمبر ۶۸ء)

پختہ وکامل ایمان اور اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کا ثبوت دیجئے پھر خداوند تعالیٰ قوموں کے دلوں میں اور قوم وسلطنت کے سربراہوں کے قلوب میں اہل اسلام اور شعار اسلام کی محبت وعظمت ڈال دیتا ہے ان پر دو اقعات بالا شاہد ہیں۔

پانچواں واقعہ ایک کرشن سنگھی کا بیان کررہا ہوں۔

اخبار صدق کی روایت ہے کہ تحصیل باڑہ میں ایک سب رجسٹرار محمد ادریس صاحب تھے جو ایک لالہ تحصیلدار کے ماتحت کام کرتے تھے۔ اور ہر شخص کا کام بلا رشوت وبلا کسی حق وحقوق کے پوری توجہ اور لگن سے کردیتے تھے اس تحصیل میں ایک مختار صاحب تھے جو کرشن سنگھی تھے۔

یہ مختار صاحب اکثر محمد ادریس صاحب رجسٹرار صاحب موصوف کے گھر ... ہوتے ایک دن لالہ تحصیلدار نے پوچھا کہ مختار صاحب!

بھینس اور گھوڑے کی دوستی کیسی یعنی ایک طرف تو تم لوگ یہ کہتے ہو کہ ہندوستان میں کسی مسلمان کو رہنے نہیں دیں گے۔ دوسری طرف تم ایک مسلمان محمد ادریس نامی کی دوستی کا دم بھرتے ہو۔ اس پر جن سنگھی مختار نے کہا کہ تحصیلدار صاحب اگر ایسے مسلمان جیسے کہ محمد ادریس ہیں ہندوستان میں صرف پانچ سو ہوجائیں تو حکومت انھیں کی ہوگی اور ہم ان کی حکومت دل سے تسلیم کرلیں گے۔ پھر اس نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ رات کی بات ہے کہ میں اپنی بیوی کے لئے ایک دایہ تلاش کرنے جارہا تھا جو بچہ پیدا کرانے میں ماہر تھی۔ میری بیوی کو دردزہ کی سخت تکلیف تھی مقامی نرس مقامی دایہ سب نے جواب دیدیا ایک دایہ کا پتہ چلا کہ دور دراز بستی میں کئی میل کے فاصلہ پر رہتی ہے اس کی تلاش میں تقریباً آٹھ بجے شب کو چل پڑا۔ ایک مسجد سے یہی محمد ادریس صاحب نماز پڑھ کر نکل رہے تھے کہ میری ان سے مڈبھیڑ ہوگئی انھوں نے مجھ سے اتنی رات میں سفر کرنے کا سبب پوچھا میں نے سب ماجرا کہہ سنایا۔ ان کے پاس ایک ٹارچ تھی مجھ کو دیدیا کہ جائیے خدا کامیاب کرے میں اس دیہات میں پہونچا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے کسی رشتہ دار کے یہاں چلی گئی ہے اور یہاں سے سات آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ میں وہاں سے ناامید ہو کر ایک بجے شب کے قریب اپنے گھر پہونچا تو دیکھتا ہوں کہ محمد ادریس صاحب میرے دروازے پر بیٹھے ہیں جب ان سے مل کر اندر جانے لگا تو انھوں نے کہا کہ اندر مت جائیے پردہ ہے۔ معلوم ہوا کہ محمد ادریس صاحب نے میری تکلیف کو اپنی بیوی سے بیان کیا۔ ان کی بیوی کی والدہ بچہ جنانے میں ماہر تھیں اس لئے محمد ادریس کی اہلیہ اور ان کی ساس ضروری سامان لے کر میری بیوی کے پاس خدمت گری میں مصروف تھیں دو بجے اندر سے خوشخبری آئی کہ مختار صاحب کے گھر میں بچہ پیدا ہوا ہے ان کو مبارکباد دیجئے۔ لوگ اس خدمت سے فارغ ہو کر اپنے گھر گئے۔ اور میں اس سچے مسلمان کی اخلاقی ہمدردی اور برتری کے آگے نثار ہوگیا۔ پھر جب صبح تحصیل میں ملاقات ہوئی تو کوئی ان کا انداز ایسا ظاہر نہیں ہوا جس سے یہ معلوم ہو کہ انھوں نے مجھ پر کوئی احسان کیا ہو۔ حالانکہ میرا رواں رواں ان کا ممنون احسان ہے۔ ایسے سچے اور بہی خواہ اور ہمدرد خلائق مسلمان اگر دنیا میں موجود ہیں تو ہم ان کے آگے سرخم کرتے ہیں اور ان کی حکومت کے ہم صدق دل سے وفادار ہوں گے۔

یاد ایام:- ہمارے خلفاء راشدین وعہد صحابہ کے مبارک ایام ایسے زریں کارناموں سے معمور ہیں۔ خود حضرت عمرؓ نے ایک یہودی غیر مسلم نووارد کا فلہ کی عورت کی (جب کہ وہ دردزہ میں مبتلا تھی) اپنی اہلیہ کو لاکر خدمت کرائی تھی اور جب بچہ پیدا ہونے کی خوشخبری ان کی اہلیہ نے اندر سے دی کہ امیرالمومنین اپنے دوست کو خوشخبری سنائیے کہ ان کی بیوی کو بآرام بچہ پیدا ہوگیا تو یہ غیر مسلم یہودی تھرا اٹھا کہ امیرالمومنین وقت کے بادشاہ اور ایک نووارد پردیسی کی ایسی گرانقدر خدمت اور وہ بھی اپنی اہلیہ محترمہ کے ذریعہ (خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفیٰ)

زمانہ دنگ تھا ان کے کارناموں سے اور آج تک یہ دنیا دنگ ہے ایسے ہی کارنامے رکھنے والے اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ رکھنے والے کا نظم انسانی کا قدرداں زمانہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے۔ زمانہ کے بال وپر ایسے ہی لوگوں کے لئے بچھے ہوئے ہیں اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا ہے ؎

چشم اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری

زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری

برک ارض وسما ہو یہ خلافت تیری

ہے ابھی محفل ہستی کو ضرورت تیری

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے

نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

آخر میں آج کی حکومت سے اکثریت کے افراد سے بھی گذارش ہے کہ آپ مسلم اقلیت کو ایک نقطہ سمجھ کر اپنی داہنی طرف عزت کی جگہ پر بٹھائیں گے۔ تو اس سے جہاں مسلم وقار میں اضافہ ہوگا۔ وہاں خود آپ کی طاقت بھی دس گنی ہوجائے گی۔ ریاضی کا قاعدہ ہم کو بتاتا ہے کہ ایک کا عدد بھی نقطے کے مقابلہ میں بڑھ کر ہے لیکن جب "ایک" اپنی داہنی طرف نقطہ کو جگہ دیتا ہے تو اس کی طاقت دس گنی ہوجاتی ہے۔

تین حدیث شریف:- الزمن ایمان ویقین اور عمل صالح رکھنے والی قوم کے ساتھ خدا ورسول کریم کے تمام الطافات وابستہ رہے ہیں اور آج بھی وابستہ ہوسکتے ہیں ہم اس وقت تین حدیث شریف سناتے ہیں۔

پہلی حدیث:- اعمالکم عمالکم یہ حدیث منتخب کنز العمال کی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح اعمال ہوں گے۔ اسی طرح تمھارے اوپر حاکم مقرر ہوں گے اگر تمھارے اعمال اچھے ہونگے تو اچھے حاکم مقرر ہوں گے اگر تمھارے اکثریت کے اعمال خراب ہیں تو برے حاکم مقرر ہونگے صدق اللہ تعالیٰ۔ وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر (شوریٰ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قلوب الملوک فی یدی وان العباد اذا اطاعونی حولت قلوب ملوکھم علیھم بالرحمۃ والرافۃ وان العباد اذا عصونی حولت قلوبھم بالسخطۃ والنقمۃ فساموھم سوء العذاب فلا تشتغلوا انفسکم بالدعاء علی الملوک ولکن اشتغلوا انفسکم بالذکر والتضرع کی اکفیکم۔

(مشکوٰۃ جلد ثانی کتاب الامارۃ ص ۳۲۳)

یعنی بادشاہوں کے دل میرے ہاتھوں میں ہیں۔ بندے جب میری اطاعت کریں گے تو میں ان بادشاہوں کے دل میں رحمت وشفقت ڈال دوں گا۔ وہ رعایا کے حق میں بڑے مہربان اور ہمدرد ہوں گے۔ اور جب بندے میری نافرمانی کریں گے تو بادشاہوں کے دلوں میں سختی بھر دوں گا جس سے وہ رعایا پر سختی کریں گے اور ظلم وتعدی کریں گے۔ تو تم ان بادشاہوں کو برا بھلا نہ کہو بلکہ توبہ واستغفار اور ذکر الٰہی کو لازم پکڑلو تاکہ میں تمھاری طرف سے کفایت کروں یعنی جیسے اعمال ہوں گے ویسے ہی تمھارے حکام ہوں گے اگر اچھے عمل اختیار کریں گے تو اچھے حاکم مقرر ہونگے

مسند احمد میں روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا یا رب انت فی السماء ونحن فی الارض فما علامۃ غضبک من رضائک قال اذا استعملت علیکم خیارکم فھو علامۃ رضائی عنکم واذا استعملت علیکم شرارکم فھو علامۃ سخطی علیکم۔

یعنی اے میرے رب تو آسمان پر ہے اور ہم زمین میں تو تیرے غصے اور خوشی کی کیا علامت ہے؟ تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جب ہم تم پر نیک حاکم اور عادل بادشاہ مقرر کردیں تو یہی میری تم سے رضا کی علامت ہے اور جب میں تم پر ظالم بادشاہ مقرر کردوں تو سمجھو یہ میری ناخوشی کی نشانی ہے۔

(الداء والدواء)

ایک واقعہ:- نادر شاہ بادشاہ نے جب دلی پر حملہ کرکے اس کو تاراج کردیا اور دلی والوں پر جابجا تباہیوں اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے تو بعض لوگ اسی وقت کے مشہور بزرگ عارف باللہ مرزا مظہر جان جاناں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اس نادر شاہ سے ہم کو نجات دے۔ مرزا صاحب نے فرمایا "شامت اعمال ماصورت نادر گرفت" یعنی نادر شاہ میں کیا طاقت تھی کہ یہ خون خرابہ کرتا۔ دراصل ہماری بداعمالیوں کا عذاب ہے جو نادر شاہ کی صورت میں ہم پر مسلط کیا گیا ہے۔ اس سے بچنے کی صورت صرف یہی ہے کہ اللہ کے سامنے جھکو اور اپنی بداعمالیوں سے سچی توبہ کرکے اسی کی پناہ میں آؤ

(باقی آئندہ)

نورانی مہینہ کی ایک نورانی مجلس

از: صوفی انعام اللہ صاحب

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی کے یہاں نظام الاوقات میں وسط رمضان سے یہ بھی ہو گیا تھا کہ ۱۰ ½ بجے سے ۱۱ بجے تک دن میں ایک مجلس ہوا کرتی تھی جس میں وہ مجمع اصل مخاطب تھا جس میں طلبہ اور مسجد کے باہر ٹھہرے ہوئے مہمان کرام شامل تھے اس میں پہلے مولانا منظور صاحب نعمانی پھر دو دن مولانا سید ابو الحسن علی مدظلہ نے تقریر فرمائی پھر مولانا عبد الجبار صاحب نے اس میں تقاریر فرمائیں۔ زیر نظر تقریر صوفی انعام اللہ صاحب کی ہے اور ان کے شکریہ کے ساتھ یہاں شائع کی جا رہی ہے۔

خطبہ مسنونہ کے بعد: بزرگو، دینی بھائیو، عزیزو نوجوانو۔ دستر خوان کا ضابطہ ہے کہ کبھی اس پر بریانی قورمہ ملتا ہے تو کبھی دال روٹی اور یہ بھی ہوتا ہے کہ کبھی کبھی روکھی سوکھی سے واسطہ پڑتا ہے چنانچہ آج روکھی سوکھی کا دن ہے۔ اللہ جل شانہ کی اپنے بندوں پر اس قدر عنایات ہیں اور اس قدر نعمتوں سے انھوں نے نوازا رکھا ہے کہ شمار نہیں کر سکتے اور ساری نعمتوں کا شمار تو محال ہے ہی۔ ایک ایک نعمت کو نہیں سوچ سکتے کہ خدا نے کس قدر بڑھا چڑھا کر رحمت فرمائی ہے۔ رمضان المبارک کی دولت تو اللہ تعالیٰ نے پوری امت کو عطا فرمائی ہم کو اور آپ کو بھی الحمد للہ یہ دولت ملی لیکن دیکھیے کتنا خدا نے اس کو بڑھا دیا۔ اپنے گھروں سے یہاں ایک اللہ کے پسندیدہ بندے کی خدمت میں آ گئے۔ اگر کسی اور کے گھر میں نہیں ٹھہرے خدا کے مہمان ہیں۔ تنہا نہیں وہ اللہ کا بندہ بھی ہمارے ساتھ ہے۔ مجمع اتنا با برکت کہ ہر وقت تلاوت ذکر نوافل دعاؤں میں مشغول رہتا ہے۔ سنتوں کے بعد جماعت کھڑی ہونے میں دیر ہی کیا، مگر رمضان المبارک کے اوقات کی قدر دانی کہ اس میں بھی تلاوت شروع کر دیتے ہیں اسی طرح عصر کی مجلس کے بعد افطار میں وقت ہی کیا ہوتا ہے مگر اس میں حزب الاعظم اور تلاوت ذکر میں مصروفیت ان باتوں کی وجہ سے رمضان کی یہ نعمت کتنی بلند ہو گئی۔ ان میں سراغ لگائیے تو وہ بھی ہے جو ایک قرآن پاک یومیہ اور ۲۲ پارہ یومیہ کا معمول کئے ہوئے ہے نوافل میں پانچسو نوافل کا روزانہ معمول ہے۔ بعض ہیں جن کا بیشتر حصہ دعا میں رونے میں گذر رہا ہے، اور یہ تو مقدار و تعداد ہے ان کی کیفیات کا کیا کہنا۔ اس طرح اوقات گذارنے والوں پر خدا کو کیوں نہ پیار آئے، خدا کی رحمتیں متوجہ ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان امتیوں سے خوش ہیں حضرت شیخ ہر وقت دعا اور توجہ سے مجمع پر متوجہ ہیں آج فجر کی نماز کے بعد فرمایا کہ میرے تو ہر وقت قرب کے لئے دعائیں کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم سب کو خوب خوب اپنے انعامات سے مالا مال کرے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ تک سے سفر کر کے آئے اور اپنے گھر کی راحت و آرام کو چھوڑا۔ یہی وجہ ہے کہ عجیب عجیب حالات و خواب وغیرہ ان ہی میں سے بعضوں کو نظر آ رہے ہیں۔ ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ حضرت شیخ مدظلہ کی خواہش پر حضور اکرم تشریف لائے اور دو ڈھائی گھنٹہ تک تشریف فرما رہے پھر ان کی ... کی جانب دیکھا جہاں مہمانوں کا قیام ہے، وہاں پر تشریف لائے مسجد میں تشریف لائے۔ اسی طرح ایک صاحب نے دیکھا عشاء کے بعد مجلس میں بہت دیر تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما رہے اور پہلے مجمع پر چلتے ہوئے کچھ بکھیرا۔ اسی طرح ذکر کی مجلس میں ایک صاحب نے دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سفید سفید لفافے مہمانوں کو عنایت فرمائے۔ ایک صاحب کو امت کے لئے دعاؤں کی توفیق ہوئی۔ درمیان دعا میں انھیں ایک کتاب کا صفحہ پلٹ ہوا دکھلائی دیا۔ جو بہت ہی نورانی اور بیداغ ہے اور بتلا دیا گیا کہ اب امت کے دن بدل گئے۔ اللہ پاک کا محض فضل ہے کہ اس نے ایسے مجمع کے ساتھ وقت گذارنے کی توفیق بخشی کہ جہاں انشاء اللہ کوئی محروم نہیں ہے اور سب کو کچھ کچھ دولت ہاتھ آئی ہے۔ لیکن بزرگو! دوستو، بہر حال وقت پورا ہوگا اور اپنے اپنے ٹھکانوں پر جانا ہے۔ اصل ہے وہاں ان فضاؤں میں اس دولت کی حفاظت یہ نہیں کہ اس کو خرچ نہیں کرنا ہے۔ خرچ تو کرنا ہے جیسے مادی دولتیں جمع کرنا جائز نہیں۔ زیادہ ہوں تو ان کا خرچ کرنا فرض ہے، زکوٰۃ کیا ہے، حج کیا ہے، اسی طرح روحانی دولتیں بھی خرچ ہی کے لئے ہیں مگر ان کا خرچ ایک یہ بھی ہے کہ معمولات کو چھوڑ دیا جائے اور گناہوں سے احتیاط نہ ہو تو یہ خرچ ہو جائے گی بلکہ ان کا چراغ گل ہو جائے گا اللہ محفوظ رکھے اور اس خرچ میں نحوست ہے۔ ان کی حفاظت یہ ہوگی کہ معمولات کی سختی سے گھروں پر پابندی ہو۔ حضرت والا سے خط و کتابت رہے۔ اور کوشش رہے کہ خدمت اقدس میں حاضری ہوتی رہے۔ یہ نہیں کہ رمضان کے بعد اگلے رمضان میں خبر لی جائے اس خرچ پر ذکر وغیرہ دریافت فرمالیجیے وہ اپنی شفقت سے یہی فرمائیں گے کہ کم رکھو اور دیکھو تو بڑھ سکے گا آپ ہمت کیجئے اور عرض کیجئے کہ انشاء اللہ نبھالیں گے۔ اور ہم کو شوق ہے بتلا دیں اس طرح اس روحانی دولت کی حفاظت ہو گئی اور اس دولت کے ساتھ بڑھانے والے بڑھانے میں مشغول ہوں گے تو برکت ہی کچھ اور ہو گی پھر اس رونے کا بھی علاج ہو جائے گا کہ طلبہ بانفس نکلتے ہیں پھر انشاء اللہ انھیں میں بڑے بڑے ہونہار نکلیں گے، تبلیغ میں اس نعمت کے ساتھ لگیں گے برکت ہی کچھ اور ہو گی۔ پھر یہ شکایت دور ہو جائے گی کہ ہم جماعت لیکر گئے تھے کام شروع ہوا اور لوگوں نے کرتے کرتے بند کر دیا۔ یہ دولت طاقتوں میں راتوں میں بلک بلک کر رلوائی گئی اور بڑے اندر کے درد و فکر سے گشت کروائی گئی جس کا نتیجہ لازماً انشاء اللہ کام میں استحکام و پختگی نکلے گا۔ اور اس طرح ہر ہاتھ پیر مارنے کی سخت ضرورت ہے اس فضا میں رہ کر بھول نہ جائیے کہ باہر کیا ہو رہا ہے آپ نے گھر سے یہاں تک آنے میں کیا کیا نہیں دیکھا وہ سب ہو رہا ہے بند نہیں ہو گیا۔ اپنے اپنے شہروں اور محلوں اور گھروں کا حال کسے نہیں معلوم۔ آج ہی ایک مقامی نے بڑے زور سے کہا کہ تم لوگ بڑے مزے میں وقت گذار رہے ہو ورنہ پورا شہر عید کے چکر میں ہے حالانکہ یہ شہر کتنی خانقاہوں کی گود میں ہے خود یہاں بھی خدائے پاک نے سلسلہ کو باقی رکھا ہے۔ رائے پور ایک طرف گنگوہ ایک طرف، دیوبند ایک طرف پھر اس شہر کے لوگ رمضان سے لاپرواہی برتیں اس سے بڑھ کر دین میں تساہلی اور کیا ہو گی پھر دوسرے شہر جو نرے معصیت کا اڈہ ہیں وہاں کیا کیا نہیں ہوگا۔ اسی مجمع میں ایک صاحب ہیں ...... جو آج ہی بڑے درد سے فرما رہے ہیں کہ یہ ایک نورانی ماحول ہے اور ایک وہ جہاں ہم رہتے ہیں اور جن ماحولوں سے رات دن سابقہ ہے وہاں ہر وقت سنتوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے ان کو پامال کیا جاتا ہے۔ جس سے دل پھٹنا چاہئے۔ آپ ہی جیسے حضرات پر ذمہ داری ہے اور آپ حضرات اس کے اہل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دینی علوم کی دولت بخشی ہے اور اس روحانی نعمت سے مالا مال کیا ہے اس میں بھی آپ کو شیخ کی اتباع کی ضرورت ہے کہ انھوں نے صرف ایک کام میں اپنی کو مقید نہیں کیا، انھوں نے مدرسہ کو بلکہ مدارس کو سنبھالا۔ تصنیف و تالیف کو بھی اپنایا۔ خانقاہ کی محنت بھی ساتھ چل رہی ہے اور تبلیغی کام میں بھی پڑے ہیں۔ آپ اگر صرف ایک کام سے ہی اپنے کو وابستہ کر لیں تو آپ نے اپنے کو نہیں پہچانا اور اپنی استعداد سے آپ نے پورا کام نہیں لیا۔ آپ بیک وقت کئی کام کر سکتے ہیں آپ یہ بھی کر سکتے ہیں کہ مثلاً تبلیغی اجتماع وغیرہ کہیں ہوتے ہوتے سست ہو گیا آپ ان کام کرنے والوں کو بلا کر سمجھا سکتے ہیں کہ آخر اس قدر مبارک کام کرتے کرتے تم نے کیوں چھوڑا آپ کی ترغیب سے پھر ہونے لگے گا اور اور آپ کی اتنی فکر ہی سے بہت مدد ملے گی اور اگر آپ پہلے سے کی خدمت انجام دے رہے ہیں تو اس میں کمی بھی نہ آنے دیجئے

اور یہ ہمارے نوجوان حضرات اپنی ذمہ داری بھی محسوس کریں اور یہ بھی یاد کریں کہ امت میں نوجوان کس جذبہ کے ہوتے ہیں اور ان کا خدائے پاک سے کیا تعلق ہوتا تھا۔ حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانحیات میں حضرت مولانا علی میاں مدظلہ العالی نے واقعہ لکھا کہ ایک نوجوان حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ حضرت مجھ کو عرفان کا پیالہ پلا دیجئے۔ حضرت نے اپنا جھوٹا پانی پلا دیا اور ان کی حالت بدل گئی۔

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

فلپائنی مسلمانوں کی بیداری

عربی سے ترجمہ — محمود الازہار ندوی

فلپائن جنوب مشرقی ایشیا میں سات ہزار جزیروں پر آباد ہے شمال مغرب میں بحر چین اور مشرق میں بحر الکاہل ہے کل رقبہ ایک لاکھ مربع میل سے زائد ہے یہ ملک خط استوا پر واقع ہے آبادی ۳۶ ملین ہے جس میں مسلمان ۱۰ فیصدی ہیں فلپائن کی اکثر آبادی سات ہزار جزیروں میں سے صرف ۴۰ جزیروں میں ہے اس میں ۸۰ زبانیں بولی جاتی ہیں لیکن سرکاری حیثیت صرف انگریزی کو حاصل ہے۔

اسلام کی آمد:۔

اس جزیرہ میں اسلام تیرھویں صدی عیسوی میں عرب تاجروں کے ذریعہ آیا اور کچھ ہی مدت میں پورے ملک میں پھیل گیا۔ مگر سامراجی طاقتیں اسپین نے حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور مسلم عناصر کو اپنا مد مقابل سمجھ کر چن چن کر ختم کرنا شروع کیا۔

اسپینی عیسائیوں کا مقصد اسلام کے نام و نشان کو فلپائن کی سرزمین سے مٹانا تھا اس کے لئے انھوں نے ایسی طویل جنگ شروع کی جو ۴ صدی تک چلی لیکن بالآخران کو اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی اس کے بعد امریکیوں نے سیاست میں دخل اندازی شروع کی۔ اسلامی جماعتوں نے مزاحمت کی لیکن پچھلی چار صدیوں کی جنگ نے ان کی کمر توڑ دی تھی جس کی وجہ سے اس صدی کی ابتدا ہی میں جنگ ختم ہو گئی اب امریکا نے عیسائی بنانے کے اصول کو اپنایا اور فلپائنی مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی بھرپور کوشش کی اس کا نتیجہ یہ نکلا اب وہاں برائے نام مسلم اقلیت رہ گئی ہے۔ امریکا نے ۱۹۴۶ء میں اس کو آزاد کر دیا۔ اب فلپائن میں ۸۵ فیصد عیسائی اور ۵ فیصد بت پرست اور ۱۰ فیصدی مسلمان ہیں۔

مسلمانوں کے زوال کے اسباب:۔

فلپائن کے مسلمان دیندار دینی حمیت اور دینی اصولوں پر سختی سے کاربند تھے مگر جنگی سلسلوں نے ان کو عالم اسلام سے الگ تھلگ رکھا۔ دینی معاملات میں ناواقفیت اور عیسائی اثرات نے ان کو دین سے دور کرنے میں مزید ہاتھ بٹایا جس کا اثر مسلم نوجوانوں کے خیالات و افکار پر بہت پڑا اور وہ علماء دین پر رجعت پسندی اور قدامت پرستی جیسے الزام لگائے گئے۔

مسلمانوں میں بیداری:۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس اقلیت پر رحم فرمایا اور ۱۹۵۰ء میں پاکستان کے عبد العلیم صدیقی نے فلپائنیوں کو اپنی تقریروں کے ذریعہ متوجہ کیا اور یہ احساس دلایا کہ ان کا دین خطرے میں ہے جس کا اثر مسلمان قائدین اور مفکرین پر پڑا۔ یہیں سے اس خطہ میں تاریخی انقلاب آیا۔

اب مسلمان اپنی صفوں کو درست کرنے لگے۔ اور دوبارہ مسلمانوں کی تنظیم بھی قائم ہو گئی جو اس وقت فلپائنی مسلمانوں کی ترجمانی کرتی ہے اسی وقت سے فلپائنی مسلمانوں نے یہ محسوس کر لیا کہ ان کے تعلقات عالم اسلام سے قائم رہنے چاہئیں اس محاذ کی قیادت استاذ احمد الفتہ کرتے ہیں اس کے علاوہ عورتوں اور نوجوانوں کی الگ تنظیم ہے جماعت اقامت اسلام اور مسلم مجلس شوریٰ مراوی جزیرہ میں ہے جس کے نگران اعلیٰ استاذ شیخ احمد بشیر ہیں۔

اسلامی یونیورسٹی:۔

فلپائن میں فری میسن کے متعدد کالج اور یونیورسٹی ہیں اور آج کل ترقی ان کے بغیر ناممکن ہے اس لئے یہ احساس شدت سے پیدا ہوا کہ اپنا ایک ادارہ ہونا چاہئے جس میں ہم اپنے بچوں کو اپنے مذہب کے متعلق تعلیم دلا سکیں اس کے لئے ۱۹۵۵ء میں ایک مسلم یونیورسٹی قائم کی گئی اور رسم افتتاح سو طلبہ کے داخلہ کے ساتھ کی گئی۔ ۱۹۶۵ء میں اس یونیورسٹی میں طلبہ کی تعداد ۳ ہزار ہو گئی اس وقت اس کے ماتحت پانچ فیکلٹیاں ہیں۔ اسلامی یونیورسٹی کو عوام کے چندہ پر بنایا گیا اور حکومت کویت نے بھی مالی امداد بڑھ چڑھ کر کی اور اب وہاں کی تعداد ۲ ہزار بر ہے۔

رکاوٹ:۔

فلپائنی مسلمانوں کو اقتصادی پریشانی ہے کیوں کہ اکثر غریب ہیں حالانکہ دنیا کے مالدار ترین حصہ میں رہتے ہیں اس لئے ان لوگوں کی اسکیمیں روپے نہ ہونے کی وجہ سے پوری نہیں ہو پاتیں۔ اور موجودہ فلپائنی حکومت روپے پر سختی سے کنٹرول کئے ہوئے ہے۔ فلپائنی مسلمان عالم عربی اور عالم اسلامی سے برابر تعلق قائم کئے ہوئے ہیں۔

نومسلم منیلا میں:۔

فلپائن کے عیسائی نوجوانوں کی ایک تعداد مسلمان ہو چکی ہے اور انھوں نے اپنی ایک جماعت تشکیل کی جس کا نام "جمعیۃ المہتدین الی الاسلام" ہے۔ اس کا ہیڈ کوارٹر منیلا ہے اور اس کا مقصد عیسائیوں کو دین حقیقی کی طرف دعوت دینا ہے۔

اس کے کارکن ولولہ اور جوش سے بھرے ہوئے ہیں ان کی جماعت اسلام کے اصولوں اور ارکان کو مقامی زبانوں میں ترجمہ کر کے شائع کراتی ہے لیکن اس کے وسائل ابھی محدود ہیں۔

فلپائنی مسلمانوں کی مثال اس جڑوں اور تنے والے درخت کی ہے جس کا تنا اور جڑیں عالم عربی اور اسلامی ہے اور شاخیں مسلم اقلیات ہیں۔ شاخوں کی زندگی بغیر تنے اور جڑوں کے ناممکن ہے۔ مسلمانوں کو مضبوط و مستحکم اور متحد و منظم کرنے کے لئے تبادلۂ وفود بہت مفید اور ضروری ہے اور اللہ کی قسم میں کہہ سکتا ہوں کہ ایک مسلمان کی زیارت ہزاروں پونڈ سے بہتر ہے۔

تعمیر حیات میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

عید کے بعد ہماری ذمہ داری

عید خوشی اور شکر کا نام ہے، وہ دوسرے مذاہب کی تقریبات سے بہت جدا، بہت لطیف ولطیف اور بہت متوازن اور جاندار ہے۔ اس میں دولت اور شوکت دونوں کی بہار خوب نظر آتی ہے۔ لیکن تھوڑے دیکھئے کہ یہ کس چیز کی خوشی اور کس بات کا شکر ہے؟!

کیا یہ اس بات کی خوشی ہے کہ ہم نے اچھے سے اچھے کپڑے زیب تن کئے ہیں اور اس بات کا شکر ہے کہ ہم نے خوب کمایا اور خوب اڑایا ہے، اس بات کی خوشی ہے کہ ہماری قوم میں اتنے افراد اتنی جائدادیں رکھتے ہیں اور بیک وقت متعدد کاروبار کرتے ہیں، کئی کئی ملوں کے مالک ہیں۔ اور دوچار نئی کھوتے کی فکر میں ہیں۔

یا اس بات کی خوشی ہے کہ اتنا زمانہ کسی نہ کسی طرح بلا فساد کے گذر گیا۔ اور اس بات کا شکر کہ اتنے مسلمان وزارت میں لے لئے گئے؟

خوشی اور شکر کی یہ روح پرور اور نشاط آور تقریب ہم ہر سال اس طرح مناتے ہیں کہ ہمیں اکثر اس کی صحیح اسپرٹ اور اس کے اصل پیغام کی خبر نہیں ہوتی!

اگر ہمارے شکر و مسرت کے پیچھے یہی خیالات و احساسات ہیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا تو یہ ہرگز عید کی اسپرٹ نہیں۔ اگر یہ خوشی و مسرت اور اطمینان و شکر اس بات پر ہے کہ عربی مدارس ترقی کر رہے ہیں۔ ان کا بجٹ ہر سال پہلے سے زیادہ ہوتا ہے۔ نئی نئی انجمنیں قائم ہو رہی ہیں، سیاسی جماعتیں بن رہی ہیں مسلمان الکشن بھی لڑنے لگے ہیں اور کچھ جیتنے بھی لگے ہیں بہت کچھ سمجھنے لگے ہیں اور سمجھانے والے پیدا ہو گئے ہیں۔ اگر یہ اس بات کی خوشی ہے تب بھی زیادہ معتبر نہیں اس لئے کہ!

ملت اسلامی کی جھولی اب بھی خالی ہے

وہ طویل برسوں سے عید کے رنگا رنگ مناظر اور مظاہر دیکھ رہی ہے لیکن خوشی و شکر کی حقیقی لذت سے اب بھی محروم ہے اب بھی پیاسی ہے، منتظر ہے، چشم براہ ہے، بصورت سوال ہے۔ یہ وہ حقیقی خوشی اور سچا شکر ہے جس کا تعلق نہ ایوانوں میں ہے اور نہ رسمیں اور طلائی جشنوں میں، نہ کانفرنسوں میں، نہ عالی شان عمارتوں اور کارخانوں میں نہ خالی اعداد و شمار اور نعروں میں۔

اس کی تکمیل صرف ان مخلص اور ایثار پسند کارکنوں سے ہو سکتی ہے جو تھوڑا سا خدا اور آخرت کے لئے بھی کام کرنا چاہتے ہوں۔ راہ کی صعوبتیں بھی جھیلنا جانتے ہوں، اتحاد و اطاعت، محبت و اخوت اور اصلاح و دعوت کے معنی و مطالب اور تقاضوں سے کسی نہ کسی درجہ میں آگاہ ہوں۔

ملت کا اصل سرمایہ اور اس کی اصلی قوت وہ لوگ ہیں جو اس راستہ کو محض معاملت اور کاروبار نہیں دین اور تجارت کا سودا نہ سمجھیں۔ بلکہ یہ محسوس کریں کہ ہماری کوششیں محض خدا کی اور مادی ہی نہیں، کھیتیں۔ ان کے اندر ایک بالاتر قوت ہے جو معمولی نفع ونقصان، بددلی اور ناراضگی اغراض و مصالح کے تصادم اور خواہشات و عادات کی قربانی، حالات کے اتار چڑھاؤ اور امید و مایوسی کے نشیب و فراز سے کمزور نہیں پڑتی بلکہ طاقت پکڑتی ہے، قربانیاں اور راستہ کی صعوبتیں اور دشواریاں اس شجر امید کی کھاد اور پانی ہیں۔ یہ وہ خوش نصیب افراد ہیں جن کو قرآن مجید میں (وما بدلوا تبدیلا) کا تمغۂ امتیاز عطا کیا گیا ہے۔

ایسے افراد کا تناسب وہ حقیقی پیمانہ ہے جس سے ملت کا مقام متعین ہوتا ہے اور اس کے شکر و مسرت کی تکمیل ہوتی ہے جس کا سب سے حسین مظہر اور پیکر عید ہے دولت پر خوشی اور عافیت پر شکر بالکل فطری اور اسلام میں مطلوب ہے اور ہم کو تعلیم دی گئی ہے کہ ہم ایک نعمت پر جہاں تک ہو سکے خدا کا شکر بجا لائیں، اسی طرح کارخانوں اور جائدادوں کے ذکر سے یہ نہ سمجھا جائے کہ مسلمانوں کے لئے ان کی ضرورت نہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے تناسب کو دیکھتے ہوئے یہ چیزیں نہ ہونے کے برابر ہیں، اور موجودہ دور میں ان کی ضرورت اور اہمیت کا انکار حد درجہ کی سادہ لوحی ہوگی۔ لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ یہ چیزیں اگر ہیں بھی تو کس کے کام آ رہی ہیں، کون سا جذبہ ان کے پیچھے کارفرما ہے؟ اس کے علاوہ اگر یہ عنوان قائم کیا جائے گا کہ ملت کے لئے اس وقت سب سے زیادہ ضرورت کس بات کی ہے تو اس وقت یہ چیزیں نمبر دو پر آئیں گی۔

اس وقت سوال صرف یہ ہوگا کہ ان افراد کا تناسب کیا ہے جو ملت کے کام آ رہے ہیں جو کسی غرض منفعت یا محض آسائش و عافیت کا پورا اطمینان کر لینے کے بعد اس راہ پر نہیں آئے بلکہ یہ سمجھ کر آئے کہ تلخیاں اور ناکامیاں اس راہ کا خاصہ اور اس کا پہلا امتحان ہیں۔

جو صرف سود و زیاں کی زبان نہیں سمجھتے بلکہ اپنا نقصان کر کے خوش ہوتے ہیں کہ چلو خدا اور رسول کے لئے ایک آدھ کام تو ہو گیا جن کو یہ فکر زیادہ نہیں رہتی کہ ہمیں اس کام کے بعد کیا ملے گا بلکہ یہ فکر زیادہ ہوتی ہے کہ یہ کام اچھے سے اچھے طریقہ اور مخلصانہ جذبہ سے ہم انجام دے رہے ہیں یا نہیں؟ اپنا فرض پورا ادا کر رہے ہیں یا نہیں؟

افسوس کہ اب خوشی کے معیار بدل گئے ہیں بلکہ شکر کے پیمانے اور مواقع تبدیل ہو گئے ہیں۔ پہلے خوشی و شکر کا معیار یہ ہوا کرتا تھا کہ ملت میں نظم و اطاعت کا جذبہ اس قدر ہو کہ ایک آواز پر سب مجتمع ہو جاتے ہیں۔ کارکنوں، مخلص اور باصلاحیت افراد کی اتنی بڑی تعداد ہے کہ جس شعبہ کے لئے ضرورت ہوتی ہے کام کے آدمی بآسانی فراہم ہو جاتے ہیں ایڈمنسٹریشن ہو یا سیاسی معاملات، خدمت خلق کا شعبہ ہو یا تعلیم و تربیت کا، ملت کا کوئی خانہ خالی نہیں رہتا۔

آج یہ شکایت رہتی ہے کہ ایک معمولی ذمہ داری کے لئے آدمی نہیں ملتے۔ اور اگر ملتے بھی ہیں تو بادی آسائش اور مخصوص معیار زندگی کی ایک فہرست ہمہ وقت ان کی جیب میں ہوتی ہے اس فہرست کا ایک آئیٹم بھی پورا نہ ہو تو ان کی بددلی، مایوسی اور بے اطمینانی اور انتشار خاطر میں اضافہ ہونے لگتا ہے اور قوت برداشت امتحان میں پڑ جاتی ہے۔

ضروریات سب کے ساتھ لگی ہوئی ہیں زندگی کے تقاضے کس کے ساتھ نہیں، لیکن مسئلہ دلچسپی اور لگن کا ہے اگر کسی کو مسئلہ سے بے قلبی تعلق ہوتا ہے۔ وہ اس کو اخلاص کے ساتھ اور اجر و ثواب کی نیت سے کرتا ہے۔ ملت کی فکر اس کو دامنگیر ہوتی ہے تو اس کے اندر ایثار، اور قناعت پسندی کے جذبات بیدار ہونے لگتے ہیں اگر یہ بات نہیں ہوتی تو قدرتی طور پر ایک ایک بات پہاڑ ہو جاتی ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے، یہ وہ خلا ہے جو بڑی سے بڑی آمدنی سے پورا نہیں ہو سکتا۔ اس جوع البقر کی تلافی اگر کسی چیز سے ہو سکتی ہے تو وہ ایمان و یقین، رضائے الٰہی کے حصول، اخلاص اور اسلام اور مسلمانوں سے محبت ہے۔

عید خوش ہونے کی چیز ہے شکر و مسرت کا موقع ہے انعام خداوندی کے مظاہرہ اور تحدیث نعمت کا دن ہے سب کچھ ہے۔ لیکن

یہ بات ہماری نظروں سے کبھی اوجھل نہ ہونے پائے کہ عید کی حقیقی مسرت کا اصل دن وہ ہوگا جب ..... ہمارے پاس ایسے نوجوان ہوں گے جن کو اپنے جوش و ولولہ اور یقین و اعتماد کی وجہ سے کسی مشن مہم اور خدمت سے فریغ نہ ہوگا۔

ایسے عالم ہوں گے جو ملت کی علمی رہنمائی اپنی ذمہ داری تصور کریں گے۔ اور اس راہ کی صعوبتیں اور ناہمواریاں خندہ پیشانی سے برداشت کریں گے اور دوسروں سے زیادہ خود اپنی کوتاہیوں پر نظر رکھیں گے ایسے صحافی اور ادیب ہوں جو اپنے فرض کو قلم کا مقدس جہاد تصور کریں گے اور اس کے سارے شرائط و آداب اور تقاضوں کو ملحوظ رکھیں گے، پہلے اس کو خدمت سمجھیں گے، پھر پیشہ، پہلے دعوت پھر ذریعہ معاش۔

ایسے سیاسی کارکن اور لیڈر ہوں گے جن کے دلوں میں نئی چیزیں دریافت کرنے اور ایجادات کرنے والوں کا سا شوق اور انہماک، امتحان دینے والے طالب علموں کی سی محنت اور پاس ہونے والوں کی سی مسرت ہوگی کرسی، ممبری، اسمبلی ہمیشہ ان کے لئے ثانوی حیثیت پر رہے گی۔ ایسے منتظم، تجربہ کار اور ایڈمنسٹریٹر ہوں

غزل

ڈاکٹر سید طفیل احمد مدنی

برائے نذر اپنا قلب مضطر رکھ دیا میں نے
کمی دیکھی تو اشکوں کا سمندر رکھ دیا میں نے

شب تاریک میں ماہِ منور رکھ دیا میں نے
تصوّر میں سجا کر تیرا پیکر رکھ دیا میں نے

مشیت نے وہیں پر ڈالدی بنیاد میخانہ
جہاں مستی میں اپنا جام پی کر رکھ دیا میں نے

کچھ اس صورت سے طے کی ہیں منازل راہِ الفت کی
کہیں دل رکھ دیا میں نے کہیں سر رکھ دیا میں نے

تری مرضی اسے لبریز کر یا یوں ہی رہنے دے
یہ کہہ کر پیش ساقی اپنا ساغر رکھ دیا میں نے

اسے دیوانگی یا پھر اسے فرزانگی کہیے
کہ اپنے زخم پر اپنا ہی نشتر رکھ دیا میں نے

دلِ ناآشنائے غم کو خوگر کر دیا غم کا
یہ آخر کیا کیا شیشے پہ پتھر رکھ دیا میں نے

یہ کچھ اشکِ ندامت ہی تھے بس کل اپنا سرمایہ
انھیں کو روز محشر پیش داور رکھ دیا میں نے

نوائے وقت

(پروفیسر نادم بلخی)

تری شاہ راہوں پہ منزل بہ منزل یہ سچ ہے کہ ہارے چلے جا رہے ہیں
گدائے محبت! بہ فیضِ جنوں ہم ترا قرض اتارے چلے جا رہے ہیں

سبکدوش احسان گلشن وہی ہیں، جو گلشن سنوارے چلے جا رہے ہیں
خزاں ہو کہ ہو فصلِ بادِ بہاری فضا کو نکھارے چلے جا رہے ہیں

جو طوفاں سے کھیلے تھے وہ ناخدا تو کنارے کنارے چلے جا رہے ہیں
جو نو مشق فن ہیں وہ اپنا سفینہ بھنور پر اتارے چلے جا رہے ہیں

کوئی جا کے کہہ دے یہ اہل ہوس سے کہ پیغام لائی صبا یہ قفس سے
جو بھرتے تھے دم رنگ و بو کا ہمیشہ وہ دشمن تمہارے چلے جا رہے ہیں

تمہارے تصوّر میں گھر بار چھوڑا تمہارا ستم دل پہ رہ رہ کے ٹوٹا
تمھیں نے سر رہ گذر ہم کو لوٹا تمھیں کو پکارے چلے جا رہے ہیں

نہیں جرم یہ خواہش بے سبب کا، گلہ کیا کریں جذبہ باادب کا
یہ ہے نقص اپنے ہی طرزِ طلب کا کہ دامن پسارے چلے جا رہے ہیں

مصیبت ہے جو بھی مصیبت بڑی ہے جسے دیکھئے فکر اپنی پڑی ہے
غرض کیا کسی کو کسی سے جو پوچھے، کہاں غم کے مارے چلے جا رہے ہیں

ہمارا نہ رہبر نہ سردار کوئی نہ مونس نہ ہمدم نہ غمخوار کوئی
سہارا اگر ہے تو ذوق سفر کا، کہ ہم بے سہارے چلے جا رہے ہیں

چراغ آرزوؤں کا جلتا ہے ہمدم تہی از مسرت دلِ اپنا ہے نادم
بصد رنج و آلام و غم زندگانی مگر ہم گزارے چلے جا رہے ہیں

اسلام اور سائنسی ترقیاں

ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی، ریڈر شعبۂ عربی، وینکٹیشور یونیورسٹی (آندھرا)

اہل یورپ کی سائنسی ترقیوں کی بنیاد درحقیقت عربوں نے رکھی ہے۔ عربوں کے یہ علوم جزیرہ صقلیہ، اطالیہ اور اندلس کے ذریعہ یورپ پہونچے۔ عربوں نے مادی طور پر غیر معمولی ترقی کی جس طرح عہد اموی کشورکشائی اور وسعت فتوحات کے لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے اسی طرح عہد عباسی تمدنی ترقیوں کے لحاظ سے ممتاز ہے۔ اسلام کے عہد عروج میں اندلس کا نام اس طرح روشن ہے جیسے ستاروں کے جھرمٹ میں چاند۔ عربوں نے علم وفن کے نئے آفاق پیش کئے انھوں نے مادی وسائل، سائنسی اکتشافات اور تمدنی جلوہ سامانیوں سے زندگی کو جنت کا نمونہ بنا دیا۔ ان سائنسی ترقیوں کا حال فرانسیسی صاحب نظر مورخ گستاولی بان نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

مولانا شاہ معین احمد ندوی نے اپنی تاریخ اسلام میں اور خصوصاً دین رحمت میں تفصیل سے سائنسی ترقیوں کا ذکر کیا ہے اور اسلامی تمدن کی مادی ترقی کی عظمت کو نمایاں کیا ہے جس سے یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ اہل یورپ کا یہ اعتراض کتنا بے حقیقت ہے کہ دنیا کی عام تہذیبوں کی طرح اسلام نے تصویر مجسمہ سازی اور بت گری کا ذخیرہ نہیں دیا ہے۔ حق یہ ہے کہ اسلام نے جو کچھ دیا وہ انسانیت کے لئے ایک رحمت عام ہے۔ اس نے انسان کو انسانیت کا درس دیا۔ آدمیت علم اخوت، شرافت اور تہذیب و اخلاق کے خزانے سے مالامال کر دیا۔

۱۱۳۰ء میں طلیطلہ میں رئیس الاساقفہ ریمانڈ کی سرپرستی میں ایک مدرسہ مترجمین کا قیام عمل میں آیا۔ اس ادارے نے عربی کتابوں کے لاطینی زبان میں ترجمے کئے جن کو پورے یورپ میں غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہ جدید عربی نظریات علم ایسی اس طرح پھیل گئے جیسے جنگل میں آگ۔ ان ترجموں سے اہل یورپ کی نگاہوں میں ایک نیا علمی افق سامنے آگیا جس سے ان کے فکری پیمانے بدل گئے۔ بارھویں تیرھویں اور چودھویں صدی تک ترجمہ نگاری کا کام پوری سرگرمی سے جاری رہا۔ زکریا رازی، ابوالقاسم زہراوی، ابن سینا اور ابن رشد وغیرہ کے ترجموں کے علاوہ ان یونانی مصنفین کی کتابوں کو لیٹن میں عربی سے منتقل کیا گیا جن کو عربوں نے یونانی سے اپنی زبان میں ترجمہ کیا تھا ان تفسیروں اور شرحوں کو بھی لیٹن میں منتقل کیا گیا جو عربوں نے یونانی مفکروں کے افکار کے بارے میں پیش کی تھیں۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اگر عرب علمی مذاق نہ رکھتے تو دنیا بہت سی عظیم یونانی مفکروں کی کتابوں سے محروم رہ جاتی اس لئے کہ کتابیں ایسی ہیں جن کو عربوں نے یونانی سے اپنی زبان میں منتقل کرالیا بعد میں وہ کتابیں دنیا سے ناپید ہو گئیں اور ان کا علم نئی دنیا کو محض عربی ترجموں کے ذریعہ ہو سکا۔

جالینوس، بقراط، افلاطون، اقلیدس، ارشمیدس اور بطلیموس کی کتابوں کے عربی ترجموں کو لیٹن میں منتقل کیا گیا۔ ڈاکٹر لکلرک اپنی کتاب "تاریخ طب" میں لکھتے ہیں کہ تین سو سے زائد عربی کتابوں کا ترجمہ لاطینی میں کیا گیا تھا۔ عہد متوسط میں قدمائے یونان کی تصانیف کا علم اہل یورپ کو محض ان ترجموں کے ذریعہ ہوا ان کی اصل بالکل تلف ہو گئی۔ جالینوس کی کتاب امراض معدہ، اپولونس کی کتاب "المخروطیات" اور ارسطو کی کتاب "الاحجار" کو عربوں نے تلف ہونے سے بچالیا۔ اسی بنا پر موسیولی بری لکھتا ہے کہ اگر عربوں کا نام تاریخ عالم سے نکال دیا جائے تو یورپ کی نشاۃ ثانیہ کی صدی پیچھے ہٹ جاتی ہے۔

اہل اطالیہ نے بہت سے پہلے عربی طرز کے مدارس اور تعلیم گاہیں قائم کیں جن میں عربوں کی کتابوں کے ترجمے مختلف علوم وفنون میں داخل نصاب تھے۔ کارل کیالی لکھتے ہیں کہ خیالی ایک دور میں معری کی کتاب رسالۃ الغفران کا ترجمہ بھی یورپ پہونچا جس کے اثرات مشہور اطالوی شاعر دانتے کی طربیہ خداوندی میں نمایاں ہے ملٹن کی فردوس گم گشتہ پر بھی اس کے اثرات موجود ہیں۔[1]

تین سو برس تک طب، فلسفہ اور جغرافیہ میں عربوں کی کتابیں فرانس میں زیر تعلیم رہیں۔ فرانسیسی اہل نظر کا خیال ہے کہ چھ صدی تک عرب ہی یورپ کے استاد رہے اہل یورپ نے ریاضیات وغیرہ عربوں سے سیکھا۔ فلسفہ، طب، حساب، کیمیا، فزکس اور جغرافیہ ان کو عربوں نے سکھایا۔

زخم پر ریشم سے ٹانکہ لگانا عربوں کی ایجاد ہے۔ زکریا رازی نے جو بغداد میں شفاخانہ قائم کیا اس کا انتخاب اس طرح کیا گیا کہ گوشت کے ٹکڑے لے کر مختلف جگہوں پر لگا دیئے جہاں سب سے دیر میں گوشت سڑا وہاں ہاسپٹل قائم کیا گیا۔ ابن النفیس نے سب سے پہلے دوران خون کو دریافت کیا۔

تعمیرات اور انجینیرنگ میں عربوں نے بڑی ترقی کی تھی۔ انھوں نے عظیم الشان عمارتیں تعمیر کیں جن کے اثرات اندلس اور فرانس میں آج بھی موجود ہیں۔ چھجے، دروازے کے گنبد، دندانہ دار منڈیر اور کنگورے سب عربوں کی دین ہے۔

عربوں کی علمی عظمت کا یہ عالم تھا کہ تیرھویں صدی تک یورپ میں کسی ایسے مصنف کا حوالہ نہ دیا جاتا تھا جس نے عربوں سے کسب فیض نہ کیا ہو۔ عربوں نے جن سائنسی شعبوں میں ترقی کی ان کے نام درج ذیل ہیں:-

(۱) علم نجوم و ہیئت (۲) کیمیا (۳) علم طب (۴) طرز تعمیر (۵) علم جغرافیہ (۶) طبیعیات (۷) علم ریاضی (۸) فنون

ان موضوعات میں اب تک بعض عربی اصطلاحات رائج ہیں علم نجوم و ہیئت میں تو بقول ڈاکٹر حمید اللہ ۹۰ فیصد اصطلاحات اب تک عربی ہیں۔ ہارون الرشید نے شارلمین کو پانی سے چلنے والی گھڑی بھیجی تھی۔ بعض مصنفین کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ بغیر پانی سے چلنے والی گھڑی بھی عربوں کی ایجاد ہے۔ ابن الہیثم نے ایک کتاب المناظر لکھی جس میں حدود آئینہ میں مسئلہ انعکاس شعاعی دریافت کیا گیا تھا۔ اس مسئلہ میں اہل یورپ کا یہ بنیادی ماخذ ہے۔ جرثقیل بھی عربوں کی ایجاد ہے۔ عربوں نے کیمسٹری میں زبردست ترقی کی۔ اس کا نام خود عربی ہے۔ الکحل گندھک کا تیزاب، شورے کا تیزاب عربوں کی ایجاد ہے۔ جابر کی کتاب "منہاج التکمیل" ان امور میں بنیادی ماخذ ہے۔ الکحل رازی نے ایجاد کیا۔ عربوں نے بارود ایجاد کیا توپ بھی انھیں کی ایجاد ہے مگر افسوس کہ آج وہ یورپ کے دست نگر ہیں ورنہ دنیا میں ہتھیار بنانے میں وہ ماہر تصور کئے جاتے تھے پہلے کاغذ ریشم سے بنتا تھا مگر عربوں نے روئی سے کاغذ بنایا۔ قطب نما بھی انھیں کی ایجاد ہے۔ آپریشن میں ابوالقاسم اندلسی مشہور ہیں۔[2]

دنیا حیرت کی نگاہ سے دیکھے گی کہ عربوں نے سب سے پہلے طب میں قرابادین مرتب کی۔ سب سے پہلے جس طبیب نے عظیم الشان علمی کارنامہ انجام دیا اس کا نام ابن سہل ہے اس نے سب سے پہلے میٹریا میڈیکا (MATERIA MADICA) ۸۶۹ء میں مرتب کی اس کے بعد دوسری میٹریا میڈیکا ابن الوافد نے آٹھویں صدی عیسوی میں تیار کی اس طرح جب ان عظیم علمی کارناموں کے ترجمے لیٹن میں ہوئے تو اہل یورپ کی آنکھیں کھل گئیں اور ان کے سامنے ایک نئی دنیا آگئی۔ انھوں نے اس روشنی سے کسب فیض کرکے اپنا چراغ روشن کیا۔

یونانیوں کا طریقہ عمل نظری تھا عربوں نے تجربات و مشاہدات سے عملی راہ اختیار کی انھوں نے پہلی بار یونانیوں کے برعکس بجائے حار ادویہ کے بارد ادویہ سے فالج، لقوہ اور استرخا کا علاج کیا۔ اس نظریہ کا موجد ابومنصور صاعد بن بشر ہے جو بغداد میں طبیب تھا۔

ENCYCLOPAEDIA of BRITANICA MEDICINE

تاریخ التمدن الاسلامی از جرجی زیدان جلد ۳ ص ۱۸۰

[1] رسالۃ الغفران از معری، مرتبہ کامل کیلانی مع ... کامل کیلانی

[2] ... عرب ... عربوں کا یورپ میں تمدن پھیلانا

(بقیہ عید کے بعد ہماری ذمہ داری)

گے جو اپنے کام کو اس اہم مشن اور مہم کا جز تصور کریں گے جس میں ملت کا ہر طبقہ شریک ہے اور جو سب کا مشترکہ اور اجتماعی مقصد ہے۔

ایسے غریب ہوں گے جو چند پیسے دے کر اپنا حق ادا کریں گے، اور اپنے ہاتھ پیر اور زبان سے حتی المقدور اس ذمہ داری کو پورا کریں گے۔

ایسے امیر ہوں گے جو ملت کی ضروریات اور مسائل کے لئے زیادہ سے زیادہ دینا اپنا فرض اور اپنی سعادت سمجھیں گے — اور جب تک ایسا کر نہ لیں گے ان کے ضمیر کو چین نہ آئے گا۔

یہ اسلامی معاشرہ کی وہ دلکش تصویر ہے جس کے لئے عید کی مسرت ابدی اور لازوال ہے جس کا ہر روز روز عید اور ہر رات شب برات ہے۔

یہ ان ہدایت یافتہ انسانوں کی عید ہے جن کا قرآن مجید میں اس طرح تذکرہ کیا گیا ہے۔

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔

بقیہ یاد رکھنے کی چند باتیں

شروع کر دیتے ہیں اور مکہ معظمہ کے متعلق ایسے کلمات زبان سے نکال ڈالتے ہیں جن کو سن کر ڈر معلوم ہوتا ہے راقم سطور کو مکہ معظمہ کے زمانہ قیام میں بعض اوقات اس معاملے میں بڑے صبر سے کام لینا پڑا۔ خوب یاد رکھئے کہ مدینہ منورہ کی تمام عظمتیں اور محبوبیتیں مسلم ہیں مگر اس کے یہ معنی کب ہیں کہ مکہ معظمہ کو کہا جائے کہ بالکل "خالی" ہے (استغفراللہ استغفراللہ اعوذ باللہ من شر الشیطان و شرکہ)

مدینہ طیبہ کی عظمت و محبت مکہ والے ہی کی وجہ کر ہے کہ معظمہ کو قرآن مجید نے "بلد امین" کہا ہے خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے محبت کا اظہار فرمایا ہے۔ کعبہ یہیں ہے جس کا خود حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی طواف کرتے تھے، خدا کے شعائر، صفا، مروہ یہیں ہیں۔ زمزم یہیں ہے۔ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ یہیں سے قریب ہیں بلکہ یہیں ہیں، پھر مکہ کو خالی کیسے کہا جا سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں جو علمی بحث کتابوں میں درج ہے اس سے قطع نظر ماو شما کو اس معاملہ میں اپنی زبان کو بالکل محفوظ رکھنا چاہئے کہ کوئی مبادا بے ادبی نہ ہو جائے۔

راقم سطور نے مکہ معظمہ میں بعض دوستوں سے عرض کیا تھا کہ اپنا ذوق تو یہ کہتا ہے کہ مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، اور مکہ میں بھی صفا، مروہ، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کی تجلیات کی مختلف جہتیں ہیں۔ حاجی ان میں سے جس مقام پر جائے وہیں کی کیفیات اس پر غالب ہونا چاہئیں، اس طرح سے ہر مقام کا ادب و احترام ہمارے حصہ میں آئے گا۔ انشاء اللہ!

نیرنگیٔ فطرت!

(رمزی چودھپوری)

مثل موسیٰ جو نظر جلوہ نگر ہوتی ہے
روشنی طور کی تاحدّ نظر ہوتی ہے

روز ہونے کو تو یوں شام و سحر ہوتی ہے
کس کی نیرنگیٔ فطرت نظر ہوتی ہے

کشتی[1] طوفاں میں جب زیر و زبر ہوتی ہے
ناخدا کی بھی، خدا ہی پہ نظر ہوتی ہے

شاخ پھلتی ہے اگر جز و شجر ہوتی ہے
نخل سے ٹوٹ کے محروم ثمر ہوتی ہے

آج دولت ہی سے توقیر بشر ہوتی ہے
یہ جدھر ہوتی ہے دنیا بھی اُدھر ہوتی ہے

خیر نادار سے ہوتی ہے تو شر ہوتی ہے
مالداروں کی شرارت بھی ہنر ہوتی ہے

اس کی[2] ہر وقت نوازش کی نظر ہوتی ہے
اور ہی بات مگر پچھلے پہر ہوتی ہے

عقل کی شعلہ و شبنم پہ نظر ہوتی ہے
عشق کی جست بلا خوف و خطر ہوتی ہے

موت کی ہچکی عجب شعبدہ گر ہوتی ہے
شام انساں کی ادھر صبح ادھر ہوتی ہے

یوں[3] شب روز میں یہ عمر بسر ہوتی ہے
شام ہوتی ہے نہ رمزی کی سحر ہوتی ہے

[1] فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین الآیۃ

[2] وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وھم عنھا معرضون ۰

[3] ...... مستغفرین بالاسحار

ذرا یہ بھی سنئے..........

محمد کلیم اللہ خاں

"ارے کیا وہ ہیلن کی چیخیں تھیں" رابرٹ نے پولیس کو بیان دیتے ہوئے کہا۔ "میں نے اس کی چیخیں سنی ضرور تھیں، وہ اتنی ہیبتناک تھیں کہ مجھے اپنے ٹیلی ویژن کی آواز اونچی کرنا پڑی۔" ہیلن اور رابرٹ ایک ہی بلڈنگ میں رہتے تھے۔ دونوں کے فلیٹ کے دروازے آمنے سامنے تھے۔ ہیلن کے فلیٹ میں ڈاکو گھس آئے تھے اور انھوں نے اس کے جسم پر تیل چھڑک کر آگ لگا دی تھی۔ لڑکی بری طرح مدد کو پکار رہی تھی۔ مگر اس کے پڑوسیوں نے اس کی چیخ و پکار پر کان تک نہ دھرے۔ ایک انسانیت سوز رویہ! مگر آج کی ہماری خود غرض دنیا میں کوئی نیا واقعہ نہیں۔ ایسے واقعات روزمرہ پیش آتے رہتے ہیں۔

مندرجہ بالا واقعہ بیان کرتے ہوئے امریکہ کے مشہور و معروف مفکر و فلسفی گارزنیڈ آرمسٹرانگ کثیر الاشاعت میگزین ریڈرز ڈائجسٹ میں لکھتا ہے: "ہر قسم کے جرائم دنیا کے سارے ملکوں میں بڑھتے جا رہے ہیں۔ پولیس کے ریکارڈ میں ایسے ہزاروں واقعات ملجائیں گے جن میں لوگوں کے جسم عضو انتہائی دردناک مظالم اپنے سامنے ہوتے دیکھے مگر کسی مظلوم کی مدد کسی ایک فرد نے بھی نہیں کی۔ جرائم کی ہولناک اور گھناونی پن سے کہیں زیادہ صدمہ انگیز وہ ناقابل یقین غیر ہمدردانہ رویہ ہے جو ان جرائم کے بارے میں ہمارے اندر پایا جاتا ہے۔

نیویارک میں ایک ٹیلیفون بوتھ پر ایک لڑکی رات میں تنہا ڈیوٹی دے رہی تھی۔ چند غنڈے اس بوتھ میں گھس آئے اور چھرا دکھا کر اس کی عصمت دری کی۔ اس کی کلائی کی گھڑی گلے کی سونے کی چین اور پرس چھین لیا اور بوتھ کی کھڑکی سے اسے نیچے پھینک دیا۔ لڑکی نیچے پڑی مدد کے لئے پکارتی رہی۔ راہ گیر آواز سن کر ٹھہرتے، دیکھتے اور آگے بڑھ جاتے یہاں تک کہ اس نے دم توڑ دیا۔

فلیڈلفیا میں ایک بس اسٹاپ پر بیساکھی لگائے ایک شریف عورت بس کا انتظار کر رہی تھی۔ بس آئی، لوگ اس پر سوار ہونے لگے آخر میں اس عورت کا نمبر آیا تو ایک بدمعاش اس کا پرس چھین کر بھاگا۔ عورت نے پیچھے سے اس کی قمیص کا دامن پکڑ لیا۔ وہ بس پر سوار ہو گیا عورت اس کے ساتھ گھسٹتی رہی اور مدد مدد چلاتی رہی مگر کسی مسافر نے اس کی مدد نہیں کی۔ تھوڑی دیر میں ایک پولیس افسر پہونچ گیا اور اس نے اس بدمعاش کو گرفتار کیا۔ اتنی دیر میں عورت بس کے ساتھ کافی دور تک گھسٹتی چلی گئی تھی اور اچھی خاصی زخمی ہو چکی تھی۔

کیلی فورنیا کے شہر سان ڈیگو میں موٹر کے حادثہ میں دو پولیس والے بری طرح زخمی ہو گئے۔ وہ ایک ریسٹوران کے سامنے پڑے کراہ رہے تھے۔ لوگ ان کو دیکھتے ہوئے ریسٹورنٹ میں آجا رہے تھے۔ مگر کوئی ان کی خبر نہیں لے رہا تھا جب ریڈ کراس کی چند لڑکیاں ان کی مرہم پٹی کو دوڑیں تو کسی ظالم نے ان میں سے ایک لڑکی کی جیب کتر لی۔

لاس اینجلس میں اتوار کے دن کا ایک واقعہ ہے کہ صبح ۸ بجے تھے لوگ گرجا آجا رہے تھے ایک پولیس فوٹوگرافر نے دیکھا کہ شاہراہ عام پر ایک موٹر بجلی کے کھمبے سے ٹکرا گئی تھا۔ موٹر نشین اس سے ٹکرا کے ہوئے گزر جاتے تھے۔ فوٹوگرافر نے دیکھا کہ موٹر کا دروازہ کھلا تھا اور اس میں ایک شخص بیہوش پڑا تھا وہ بری طرح لہولہان تھا۔ دیکھ رہے تھے مگر گزرتے ہوئے اس شخص کی خبر لینے کی کسی کو مہلت نہ تھی۔ فوٹوگرافر نے وائرلیس کے ذریعہ پولیس کو خبر کی۔ پولیس کے پہونچنے سے پہلے وہ شخص دم توڑ چکا تھا۔ پولیس نے موٹر کا معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ ٹکرانے سے ہارن بجنے لگا اور اس وقت تک گھنٹوں بجتا رہا جب تک کہ بیٹری ختم نہیں ہو گئی مگر کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔

کینیڈا کے شہر مانٹریل کی ایک گنجان آبادی میں واقع ایک فلیٹ میں کچھ غنڈے گھس گئے فلیٹ میں اس وقت ایک ۲۳ سالہ لڑکی تنہا تھی۔ غنڈوں نے پہلے اس کے ساتھ منہ کالا کیا اور پھر چھرے سے سارا جسم لہولہان کر کے نیم مردہ کر دیا۔ اس کے بعد اس کے فلیٹ کا سارا سامان لوٹنے لگے وہ نیم مردہ لڑکی کسی طرح گھسٹ گھسٹ کر فلیٹ کے باہر نکلی اور پڑوسی کا دروازہ کھٹکھٹایا پڑوسی نے دروازہ کھول کر دیکھا اور تیزی سے اس زور سے دروازہ بند کر لیا کہ لڑکی کا سر اس کی ضرب سے زخمی ہو گیا۔

یہ واقعات بیان کرنے کے بعد آرمسٹرانگ لکھتا ہے:-

یہ ان حالیہ کرب انگیز اور دل شکن واقعات میں محض چند ہیں جو ہمارے شرمناک غیر انسانی اور مجرمانہ رویہ کو ظاہر کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ جب دکھی اور زخمی انسانیت کو ہماری امداد کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے اس وقت بھی ہم احمقانہ بے حسی اور بے نیازی کے ساتھ دامن بچا کر نکل جاتے ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ ......

جب کہ مدنی علوم کے دریا بہہ رہے ہوں، باہمی رواداری، قومی یکجہتی اور اخوت انسانی کے درس دیئے جا رہے ہوں، اور امداد باہمی کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے پریس، ریڈیو اور ٹیلیفون ہمہ تن مشغول ہوں۔ یہ انسانیت سوز حرکتیں آخر کیوں؟

وجہ ظاہر ہے عقیدۂ آخرت کا نہ ہونا۔ آج اس ناسوتی زندگی میں حیات اُخروی کا کوئی احساس نہیں ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ انسانیت کے جوہر عقیدۂ آخرت سے ہی کھلتے ہیں اور اس عقیدہ کے بغیر انسانیت مردہ ہو جاتی ہے لیکن آج یہ بات دنیا کو کون بتائے۔ اپنے قول سے یا اپنے عمل سے اور اپنی زندگی سے؟ صاحب دعوت امت کے افراد خود ہی یہ گرانقدر سرمایہ عملی طور سے کھو بیٹھے ہیں اور خواب غفلت میں ہیں۔

طالبات کی آزادی

اسٹیٹسمین ۱۴ اکتوبر ص ۳ پر منڈاہاؤس رزنانہ ہوسٹل) دہلی کی ایک طالبہ کا فریاد نامہ:-

یونیورسٹی کی اسپیشل بسیں جو ہیں وہ ہمارے حق میں ایک نمونہ دوزخ بن کر رہ گئی ہیں۔ لڑکے سگریٹ جلاتے ہیں اور اس کی راکھ لڑکیوں کے بالوں پر گراتے ہیں۔

کھچا کھچ بھری بسوں میں لڑکیوں کو لینا ایک دوسرے سے ٹکرانا دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے کس بیدردی سے ان کے چٹکیاں لی جاتی ہیں کنڈیکٹر اور دوسرے یہ تماشہ مزے سے دیکھتے رہتے ہیں اور لوگ محض اتفاق سے لڑکیوں پر گر گر پڑتے رہتے ہیں۔

اور یہ علامتیں ہیں تہذیب و شائستگی کی، خود عورت کی عزت و حرمت کی ہیں۔

(صدق جدید)

پھول کی طرح تروتازہ

اگر جلدی امراض یا فساد خون کی شکایت ہو تو چہرہ پژمردہ نظر آتا ہے

خون صفا

پھوڑے پھنسی خارش اور داد سے نجات دے کر جسم اور چہرے کو پھول کی طرح تروتازہ رکھتا ہے

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

سول ایجنسیاں

(۱) اودھ جنرل اسٹورس امین آباد لکھنؤ

(۲) ایس ایم ظہیر اینڈ سنس چمن گنج کانپور

نتیجہ امتحان سالانہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ بابتہ سال ۱۳۹۰ھ

نمبر	نام	درجہ	نتیجہ
۱	مختار احمد	درجہ سوم عربی	پاس اول ۱ع
۲	حیدر علی	"	" ۲ع
۳	محمد خالد غازیپوری	"	" ۳ع
۴	عبدالرحمن بٹ	"	" دوم ۴ع
۵	محمد زبیر	"	" ۵ع
۶	عبدالمجید	"	" ۶ع
۷	محمد احمد	"	" ۷ع
۸	عبدالجلیل	"	" ۸ع
۹	سید مجتبیٰ حسینی	"	" ۹ع
۱۰	عبداللہ حسنی	"	" سوم ۱۰ع
۱۱	محمد حسن	"	" ۱۱ع
۱۲	معید اختر	"	" ۱۲ع
۱۳	خالد محبوب	"	" ۱۳ع
۱۴	محمد ابراہیم خلیل	"	" ۱۴ع
۱۵	محمد خلیق	"	مترقی
۱۶	معین الاسلام	"	"
۱۷	محمد اسعد	"	"
۱۸	سعید الرحمن فیضی	"	"
۱۹	ابراہیم یوسف سورتی	"	"
۲۰	سلیم اللہ بن ذاکر حسین الحسنی	"	"

نمبر	نام	درجہ	نتیجہ
۲۰	خلیل الرحمن خاں	درجہ چہارم عربی	مترقی
۲۲	عبدالرحمن خاں	"	"
۲۴	عبدالعزیز بھٹکلی	"	"

نمبر	نام	درجہ	نتیجہ
۱	سید محمد افضل الحق	درجہ پنجم عربی	پاس اول ۱ع
۲	محمد اسلم کانپوری	"	" ۲ع
۳	عبدالصمد بھٹکلی	"	" ۳ع
۴	محمد علی حسن	"	" ۴ع
۵	محمد امین عثمانی	"	پاس دوم ۵ع
۶	احمد حسین	"	" ۶ع
۷	برکت اللہ	"	" ۷ع
۸	ابو سعد	"	" ۸ع
۹	محمد شوکت علی	"	پاس سوم ۹ع
۱۰	وحید الزماں	"	" ۱۰ع
۱۱	محمد عثمان	"	پاس مترقی
۱۲	محبوب احمد	"	"
۱۳	عزیز الرحمن	"	"
۱۴	محمد فاروق	"	"
۱۵	وسیم الدین	"	"
۱۶	سید احمد حسنی	"	"

نمبر	نام	درجہ	نتیجہ
۱	محمد معاذ	درجہ چہارم عربی	پاس اول ۱ع
۲	عصمت اللہ کشمیری	"	" ۲ع
۳	سید سلمان	"	" ۳ع
۴	افتخار احمد	"	" ۴ع
۵	عبدالرحمن	"	" ۵ع
۶	تمیز الدین	"	" ۶ع
۷	محمد ادریس نیپالی	"	" ۷ع
۸	وقار عظیم	"	" ۸ع
۹	محمد کاظم	"	" ۹ع
۱۰	ظہیر الاسلام	"	پاس دوم ۱۰ع
۱۱	مدثر احمد	"	" ۱۱ع
۱۲	محمد حنیف	"	" ۱۲ع
۱۳	محمد اقبال حسین	"	" ۱۳ع
۱۴	محمد عارف	"	" ۱۴ع
۱۵	سلیم الرحمن خاں	"	" ۱۵ع
۱۶	عبدالشکور	"	" ۱۶ع
۱۷	محمد اعجاز احمد	"	" ۱۷ع
۱۸	محمد قاسم سورتی	"	پاس سوم ۱۸ع
۱۹	عبدالقدوس	"	" ۱۹ع
۲۰	شمعون نعمانی	"	مترقی

نمبر	نام	درجہ	نتیجہ
۱	سید احمد گلریز	درجہ ششم	پاس اول ۱ع
۲	محمد اسحاق بلیمی	"	" ۲ع
۳	محمد مسلم	"	" ۳ع
۴	محمد زبیر	"	" ۴ع
۵	لسان احمد	"	پاس دوم ۵ع
۶	محمد احمد	"	" ۶ع
۷	سراج الدین	"	" ۷ع
۸	شرف الحق	"	" ۸ع
۹	محمد عثمان کشمیری	"	" ۹ع
۱۰	اسلم محمود	"	" ۱۰ع
۱۱	محمد ہارون رشید	"	" ۱۱ع
۱۲	عبدالحلیم	"	پاس سوم ۱۲ع
۱۳	عبدالحمید بستوی	"	" ۱۳ع
۱۴	حسین احمد اعظمی	"	" ۱۴ع
۱۵	محمد ایوب	"	" ۱۵ع
۱۶	اسحق نیپالی	"	" ۱۶ع
۱۷	ایوب عالم	"	" ۱۷ع
۱۸	شہاب الدین	"	" ۱۸ع
۱۹	مطلوب الرحمن	"	" ۱۹ع
۲۰	محمد حبیب اللہ	"	مترقی

نمبر	نام	درجہ	نتیجہ
۲۱	محمد امین	درجہ ششم	حرفی
۲۲	نفیس احمد خاں	"	ضمنی [illegible] منطق
۲۳	محمد الیمین	"	ضمنی [illegible]
۲۴	محمد شفیق	"	ضمنی [illegible]
۲۵	محمد جمال	"	ضمنی [illegible] منطق
۲۶	عبدالجبار خاں	"	ضمنی قرآن مجید، منطق
۲۷	محمد حنیف	"	ضمنی قرآن مجید
۲۸	ابراہیم سورتی	"	ضمنی قرآن مجید
۲۹	سید نفیس احمد	"	ضمنی [illegible]

نمبر	نام	درجہ	نتیجہ
	[illegible]	درجہ ہفتم	پاس اول ۱ع
۲	خلیل الرحمن	"	" ۲ع
۳	معصوم حسین	"	" ۳ع
۴	خالد بیگ	"	" ۴ع
۵	نفیس الرحمن خاں	"	" ۵ع
	ابوالکلام	"	" ۶ع
۶	مبارک حسین	"	پاس دوم ۷ع
۷	عطی اللہ	"	" ۸ع
۸	محمد شفیع	"	"
۹	عبدالعزیز بہاری	"	"
۱۰	عبدالحکیم	"	"
۱۱	محمد احمد حسان	"	"
۱۲	محمد یوسف	"	"
۱۳	سید محمد عبدالرشید	"	"
۱۴	مخدوم احمد	"	"
۱۵	مرزا حمید بیگ	"	"
۱۶	عبدالرزاق	"	"
۱۷	جاوید اختر	"	"
۱۸	کلیم اللہ	"	مترقی
۱۹	عتیق الرحمن	"	ضمنی انگریزی
۲۰	سید مبین اشرف	"	ضمنی اصول فقہ
۲۱	حسین محمد	"	ضمنی انگریزی
۲۲	نور اللہ خاں	"	ضمنی اصول فقہ، انگریزی
۲۳	محمد اشرف علی	"	ضمنی اصول فقہ
۲۴	نسیم احمد	"	ضمنی اصول فقہ
۲۵	نجم الدین عبد آبادی	"	ضمنی انگریزی

نمبر	نام	درجہ	نتیجہ
۱	[illegible]	درجہ ہشتم	پاس اول ۱ع
۲	محمد لئیق	"	" ۲ع
۳	حبیب اللہ	"	" ۳ع
۴	احمد الرحمن	"	" ۴ع
۴	عبید اللہ صدیقی	"	" ۵ع
۵	عبدالسبحان	"	"

نمبر	نام	درجہ	نتیجہ
۶	رشید احمد	درجہ ہشتم	پاس اول ۶ع
۷	محمد اسماعیل افریقی	"	پاس دوم ۷ع
۸	عبدالواحد	"	" ۸ع
۹	عبداللہ شہاب الدین	"	" ۹ع
۱۰	مصطفےٰ رضا [illegible]	"	" ۱۰ع
۱۱	حیات حسن ابن حجر	"	" ۱۱ع
۱۲	محمد سعید [illegible]	"	" ۱۲ع
۱۳	عبدالکلیم	"	پاس سوم ۱۳ع
۱۴	محمد حسن بھٹکلی	"	" ۱۴ع
۱۵	محمد فاروق	"	" ۱۵ع
۱۶	محمود ابراہیم	"	" ۱۶ع
۱۷	منصور احمد	"	" ۱۷ع
۱۸	محمد اختر	"	مترقی
۱۹	امتیاز احمد	"	ضمنی ادب عربی
۲۰	محمد عثمان	"	ضمنی [illegible]
۲۱	محمد یعقوب خاں	"	ضمنی
۲۲	ضیاء العزیز احمد	"	ضمنی [illegible]
۲۳	عابد محمد زاہد	"	[illegible]
۲۴	افاض الدین	"	ضمنی [illegible]
۲۵	محمد محمد صالح	"	ضمنی [illegible]

نمبر	نام	درجہ	نتیجہ
۱	محمد فاروق بھٹکلی	اول فضیلت	دوم ۱ع
۲	محمد افسر	"	۲ع
۳	محمد طاہر سیوانی	"	مترقی
۴	شمشاد علی	"	مترقی
۵	سید فضل اللہ	"	"
۶	محمد عیسیٰ	"	ضمنی [illegible]

نمبر	نام	درجہ	نتیجہ
۱	محمد ممتاز الدین	دوم فضیلت	پاس اول ۱ع
۲	جلال الدین	"	" ۲ع
۳	محمد عمر	"	" ۳ع
۴	حبیب الرحمن	"	ضمنی [illegible]
۵	نذر الاسلام	"	ضمنی [illegible]

نمبر	نام	درجہ	نتیجہ
۱	رشید احمد ثاقب	خصوصی [illegible]	[illegible]
۲	احمد سعید عمر	"	ضمنی [illegible]

نمبر	نام	درجہ	نتیجہ
۱	غیاث الدین	خصوصی سوم	پاس اول ۱ع
۲	محمد عبداللہ بن عیسیٰ	"	پاس دوم ۲ع
۳	نوم ساک سی چونے	"	پاس سوم ۳ع

نمبر	نام	درجہ	نتیجہ
۲	سلیم بن عبدالمجید المجتبیٰ	خصوصی [illegible]	پاس اول

مہتمم دار العلوم [illegible]

بقیہ اداریہ

وہ واقعی حقیقت پسند ہیں۔

حقیقت پسند تو وہ ہیں جو اس (FACT) سے کسی وقت غافل نہیں جو سب سے پہلے اس کی فکر کرتے ہیں اس کے بعد روٹی، کپڑے، مکان اور دوکان کی۔

ان ترقی پسندوں نے تو مزدوروں سے روٹی بھی چھینی ہے اور آخرت بھی، کتنے مزدور موت کے منہ میں چلے گئے، ان کو کمیونسٹوں کی خیالی جنت کی خالی امیدوں کے سوا کچھ اور نہ ملا۔ آج وہ لوگ جو فیشن اور ترقی پسندی کے ولولہ اور شوق میں اپنی زندگی سے جو کھیل رہے ہیں اپنا ابدی مستقبل تاراج کر رہے ہیں۔ اس سب سے بڑی حقیقت سے منہ موڑ رہے ہیں جس سے نہ ماسکو میں مفر ہے نہ تاشقند میں نہ صفدر جنگ کے ہسپتال میں۔ جو آذربائجان اور ازبکستان میں نو لگاکر ان کوششوں میں مصروف ہیں کہ عمر ۵۰، ۶۰، ۷۰ کے بجائے ۸۰، ۹۰ تک پہونچا لیں لیکن یہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ موت ہی سے چھٹکارا حاصل کرلیا جائے اور اس دنیا کی فکر کی جائے جہاں سب کو جانا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے جس کے مقابلہ میں پوری دنیا کی عمر ایک ساعت سے زیادہ نہیں۔ ان کو کبھی فرصت کے وقت کبھی رات کو سونے سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ وہ اس حقیقت سے آنکھیں بچا رہے ہیں یا مردانگی کے ساتھ اس تلخ حقیقت کا سامنا کرنے پر تیار ہیں اور اس کو شیریں بنانے کا نسخہ بھی جانتے ہیں؟

قرآن مجید نے موت کو (FACT) کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

واعبد ربك حتى يأتيك اليقين۔

وأما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي المأوى

(خدا کی عبادت کرتے رہو اس وقت تک کہ یقینی چیز موت آپہنچے۔ جو اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے باز رکھا تو بیشک اس کا ٹھکانا جنت ہے)

یہ وہ چیلنج ہے جو قرآن مجید نے دنیا کے ان تمام انسانوں کو دیا ہے جو خدا کی ہدایت، خدا کی کتاب اور نبوت کی روشنی سے بے نیاز ہو کر اپنی زندگی کے مسائل حل کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری دعوت اور درخواست ہے کہ وہ صحیح معنی میں حقیقت پسند بننے کی کوشش کریں۔ اور اس کی رٹ لگانے کے بجائے کبھی سنجیدگی کے ساتھ اس پر غور بھی کریں!

بقیہ اسلام اور سائنسی ترقیاں

وہ معجزہ دکھایا کہ اس کو ہاسپٹل کا انچارج بنا دیا گیا اور اس کی بعد اطبا نے اسی کا طریقہ علاج اختیار کرلیا۔ عربوں نے موجودہ انداز سے آپریشن کا طریقہ ایجاد کیا۔ جذام کے بارے میں انھوں نے دنیا میں سب سے پہلے کتاب لکھی اسی طرح ابوبکر رازی نے چیچک کے بارے میں ایک کتاب تصنیف کی۔ انھوں نے پہلی بار جنون کا علاج انیون سے کیا۔

مرقد، بنج، روان ہشلیم اور کاویات زخم میں) کا استعمال سب سے پہلے عربوں نے کیا۔ عربوں نے کیمیا اور نباتیات میں بھی بڑی ترقی کی انھوں نے کیمسٹری کی بنیاد رکھی۔ اس میں نئے نئے تجربے کئے۔ سب سے پہلے خالد بن یزید نے عربی میں اس موضوع پر کسی غیر ملکی کتاب کا ترجمہ کیا پھر جعفر صادق شوخی نے ۱۲۰ھ میں کیمیا کو اپنایا پھر جابر بن حیان، کندی اور ابوبکر رازی یکے بعد دیگرے اس موضوع پر طبع آزمائی کرتے رہے۔ ان سائنسدانوں نے تقریباً ان تمام کیمیاوی ...... کو معلوم کرلیا تھا اور ان کا انکشاف کردیا تھا جن پر جدید کیمسٹری کی بنیاد ہے۔ انھوں نے قدیم علم کیمیا کو باطل قرار دیا اور نئی کیمیائی بنیاد رکھی چنانچہ اس بارے میں تیسری صدی ہجری میں یعقوب کندی نے ایک کتاب لکھی۔

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ عربوں نے بعض ایسے کیمیاوی عناصر تیار کرلئے تھے کہ اگر ان کو لکڑی پر لگا دیا جائے تو اس پر آگ کوئی اثر نہیں کرسکتی تھی۔ مسلمانوں نے علم نباتات پر بڑی تحقیق سے کام لیا انھوں نے ہندوستان تین وفد بھیجے تاکہ یہاں کے پودوں پر ریسرچ کی جائے۔ دواؤں کے سلسلہ میں انھیں اس کی ضرورت پیش آگئی

مسلمانوں نے علم نجوم کے اوہام کو تجربات سے بدل دیا انھوں نے مشاہدات اور تجربہ سے اس علوم کو ایک حقیقی علم بنایا انھوں نے اہل ایران، یونان اور ہند کے طریقوں کو سامنے رکھ کر نئی راہیں دریافت کیں اور انھوں نے ۹ قسم کے آلات اس کے لئے ایجاد کئے۔

عربوں نے حساب میں غیر معمولی ترقی کی انھوں نے ہندوستان سے حساب سیکھا اور پھر سارے عالم میں اس کو پھیلایا عرب ان کا نام ارقام ہندی کہتے ہیں مگر اہل یورپ اس کو ارقام عربی کہتے ہیں۔ یہ ہندی ارقام ابوجعفر محمد بن موسیٰ نے عربوں کے سامنے پیش کئے۔ عربوں نے ہندوستان اور یونان کے علم حساب کا مطالعہ کرکے ایک نیا علم حساب پیش کیا جس کا نام الجبرا ہے۔ خوارزمی نے کتاب الجبر والمقابلہ لکھی۔ حساب میں نئے نئے زاویے حسن بن موسیٰ بن شاکر نے پیش کئے جو اپنی مثال آپ ہیں۔ کاش مسلمانوں کی عظمت کی یہ داستان آج کل کے اہل علم و نوجوان سنتے اور اس پر غور کرتے۔

داستان عہد گل را از نظیری بشنوید

عندلیبان آشفتہ تر گفتند ایں افسانہ را

بقیہ عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

علی اے مرغ حکمت دان زمانے

چو خواہی یافت برایں آشیانے

پرواز معانی باز کن بر

سرائے بعثت در را باز کن دا

چوں تو بر سدر حضرت نظیفی

عرش پیدا کیا مقربین کے سپرد کیا بہشت پیدا کی رضوان کو اس کا پاسبان بنایا اور دوزخ پیدا کی مالک کو اس کا دربان بنایا لیکن جب مومن کا دل پیدا کیا فرمایا دل رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔

ایک دوسرے مکتوب میں دل کی قوت و وسعت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں اگر کوئی چیز دل سے زیادہ عزیز اور قیمتی ہوتی تو اپنی معرفت کا موتی اس میں رکھتا یہی معنی ہیں اس ارشاد کے نہ میرا آسمان مجھے سما سکتا ہے نہ میری زمین اگر میرے لئے گنجائش ہے تو مومن بندے کے دل میں آسمان میری معرفت کا اہل نہیں تو زمین اس بات کی متحمل نہیں بندہ مومن کا دل ہی ہے کہ جس نے اس بوجھ کو اٹھایا رستم کا گھوڑا بھی رستم کو اٹھا لیتا ہے لیکن جلال الٰہی کا آفتاب جب پہاڑ پر جس سے زیادہ عالم اجسام میں زیادہ جمع ہونے والی اور عظیم کوئی چیز نہیں ایک بار چمکا تو اس کو ریزہ ریزہ کردیا۔ وجلہ دکا۔ تین سو ساٹھ مرتبہ مومن کے دل پر چمکتا ہے اور وہ ہل من مزید کا نعرہ لگاتا رہتا ہے اور پکارتا رہتا ہے الغیاث، الغیاث پیاسا ہوں۔

بقیہ نورانی مہینہ کی ایک نورانی مجلس

یہاں بھی کریم کا پیالہ پلایا جاتا ہے بلکہ پلایا گیا ہے اور حضرت شیخ مدظلہ العالی ایسی طلب والوں کے متلاشی ہیں حضرت شیخ مدظلہ العالی کی ہی کسی کتاب میں میں نے ایک واقعہ پڑھا کہ ایک صاحب بازار گئے سودا خریدا مزدور کی ضرورت پڑی تو ایک نوجوان ملا سامان لے کر چلا راستے میں نماز کا وقت آگیا کہا آپ دوسرا مزدور کرلیجئے میں تو نماز پڑھوں گا انھوں نے کہا نہیں پڑھ لو پھر چلیں گے اس مزدور نوجوان کی یہ ادا انھیں پسند آئی۔ بیوی سے تذکرہ کیا۔ بیوی نے کہا اسے روک لیجئے۔ اس کو کھانا کھلا کر بھیجئے اس سے کہا اس نے کہا میرا روزہ ہے۔ غروب آفتاب تک رکنے کی درخواست پر ٹھہرا۔ روزہ کے بعد کھانا کھایا محلے میں ایک عورت بہت دنوں سے بیمار تھی ان صاحب نے دیکھا وہ اچھی بھلی چلی آرہی ہے۔ انھوں نے پوچھا تم تو اسقدر بیمار تھیں کیسے صحت ہوئی کہا میں نے ایک نوجوان مسجد میں بیٹھے دیکھا تھا اور خدا سے دعا کی کہ اے اللہ اس کا اگر آپ کے یہاں کوئی مقام ہے تو اس کی برکت سے مجھ کو صحت دیدے بس اس دعا کے بعد مجھ کو صحت ہوگئی کبھی امت کے روزہ دار نوجوان کا یہ حال تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو وہ جذبہ اور محبت عطا فرمائے۔

جس سے اللہ بھی خوش ہو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک بھی خوش ہو اور ہم اس آڑے وقت میں امت کے لئے مفید ہوں۔

نئے نبی اور نیا کلمہ

تعمیر حیات مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۰ء میں الجمہوریہ کے بعض اقتباسات دیئے گئے تھے جس میں جمال عبدالناصر کو خدا اور رسول سب کچھ بنا دیا گیا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کا اصل عربی متن دیکھنے کی خواہش ظاہر کی ان کے لئے اصل عبارت شائع کی جارہی ہے۔

"مات نبي هذا الزمان: مات جمال عبدالناصر في نفس اليوم من نفس عام الاحزان الذي تجلى الله فيه على نبيه محمد بن عبدالله برحلة الاسراء، وعرج به اليه حتى سدرة المنتهى تطييبا لخاطره وتثبيتا لقلبه واشراقا لروحه وانسا لفؤاده نفس ما اراده الله لحبيبه جمال نفس رحلة جمال الى الله، لم يمت جمال عبدالناصر لقد رحل الى ربه كما رحل كل الانبياء والقديسين۔

"یا عبدالناصر یا نبي الوطنية یا رسول الحرية، في ليلة الاسراء، تصعد الى السماء، تلتقي بالقديسين الابرار، تنضم الى ركب صانعي الحياة على الارض والحياة في السماء

"یا اشرف من عرفته الدنیا، مكافحا، مقاتلا جريئا، حرا، كريما مدافعا عن الحق، صامدا في وجه الاحداث، صانعا لها اياً شئت وكيف شئت،

لا بحار الدموع والآلام تجدي، ولا مداد الانهار يكفي لتسويد كلمات العزاء، لانهم اكبر من كل الكلمات فهم انفسهم الكلمات۔

"اوزيس، لقد تغنى بك آباؤنا واجدادنا، وجعلوا منك اسطورة يحلمون بها اربعة آلاف عام على امل ان تظهر وقد قدر لنا نحن ابناء مصر في النصف الثاني من القرن العشرين ان نرى حلمهم يتحقق۔

"اس زمانہ کے نبی نے دنیا سے رحلت فرمائی، جمال عبدالناصر کا سال کے اسی دن انتقال ہوا جس میں اللہ نے اپنے نبی محمد بن عبداللہ پر معراج کی تجلی ظاہر کی اور ان کو اپنے پاس سدرۃ المنتہیٰ تک دلجوئی اور پاس خاطر کے لئے بلایا ٹھیک اسی طرح جس طرح اللہ نے اپنے حبیب جمال کے لئے کیا، آپ کا سفر بھی ٹھیک اسی طرح ہوا تھا جس طرح جمال کا ہوا، نہیں، جمال عبدالناصر کا انتقال نہیں ہوا بلکہ وہ آسمانی سفر پر اس طرح روانہ ہوئے جس طرح انبیاء اور قدیسیوں کا سفر ہوتا ہے" (الجمہوریہ ۳ اکتوبر ۱۹۷۰ء)

"اے جمال عبدالناصر اے وطنیت کے نبی، حریت کے رسول، شب معراج میں آپ آسمان پر پہونچے قدوسیوں اور ابرار سے آپ کی ملاقات ہوئی، آپ اس قافلہ میں شامل ہوگئے جو اس زمین میں اور آسمان میں زندگی کا موجد ہے" (الجمہوریہ کے اداریہ سے ۳۰ ستمبر ۱۹۷۰ء)

"اے وہ جس سے بڑھ کر معزز و محترم دنیا نے کبھی نہیں دیکھا، حوادث کے سامنے ثابت قدم رہنے والا اور جس وقت چاہے جہاں چاہے اور جس طرح چاہے ان میں تصرف کرنے والا" (ایضاً)

"اگر آنسو سمندر بن جائیں اور دریا روشنائی بن جائیں تب بھی ان کی تعزیت نہیں ہوسکتی اس لئے کہ ایسے لوگ الفاظ و کلمات سے بالاتر ہیں بلکہ خود الفاظ و کلمات ہیں" الجمہوریہ (ادارتی نوٹ) ۵ اکتوبر ۱۹۷۰ء

نیا کلمہ

لا الٰہ الا اللہ ناصر حبیب اللہ

(الجمہوریہ)

"ہمارے آباء و اجداد آپ کے نغمے گاتے رہے، آپ ان کے لئے ایک حسین کہانی یا خواب تھے۔ چار ہزار برس سے وہ اس امید میں جی رہے تھے کہ آپ ظاہر ہوں آخرکار بیسویں صدی کے نصف آخر میں اہل مصر کا یہ خواب شرمندہ تعبیر ہوا"

الجمہوریہ یکم اکتوبر ۱۹۷۰ء (ہفتہ وار ایڈیشن)

(اس کے علاوہ مزید اقتباسات بھی ہیں جو شائع کئے جاسکتے ہیں)